«قسط اول» پانی کی تقسیم اور آبپاشی کی منصوبہ بندی

(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)

لطیف الرحمٰن اسسٹنٹ پروفیسر، اسلام آباد ماڈرن کالج، فار بوائز جی ٹن فور اسلام آباد

مقدمہ

"الحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلوۃ والسّلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین.

حمد و درود کے بعد آج کل پاکستان میں پانی کے حقوق، اس کی تقسیم خصوصاً کالاباغ ڈیم کے حوالے سے بین الصوبائی مسئلہ بنا ہوا ہے کوئی ایک صوبے کے حق میں دلائل دے رہا ہے کوئی دوسرے کے مثال کے طور پر صوبہ سرحد کے بعض لوگوں کا مؤقف ہے کہ دریائے سندھ ان کے صوبے میں سے گزرتا ہے اور اس میں صوبہ سرحد کا زیادہ حصہ ہے لہٰذا اصولی طور پر پہلے انہیں ان کی ضروریات کے مطابق پانی دیا جائے، جبکہ موجودہ تقسیم میں اس صوبے کو بہت کم پانی ملتا ہے۔ مثلاً عوامی نیشنل پارٹی کے سابقہ ناظم عمومی اور پختونخواہ ملی عوامی پارٹی کے موجودہ رہنما ارباب ہمایون نے کہا ہے کہ یہ بین الاقوامی قانون ہے کہ جس طرف سے پانی آرہا ہو اس علاقے کے لوگ اپنی ضرورت کے مطابق پانی لینے کے حق دار ہیں دریائے سندھ سرحد پر سے گزرتا ہے اور ۶۷ فیصد پانی ملک کو دیتا ہے لیکن معاہدے میں اسے ۸.۷۸ ملین ایکڑ فٹ پانی مختص کیا گیا ہے اور پنجاب جو کہ زیریں علاقے میں پڑا ہے اسے ۵۵.۹۴ ملین ایکڑ فٹ پانی ملے گا(۱) (۱) اسی طرح قومی انقلابی پارٹی کے رہنما محمد نعیم نے کہا کہ ۲۴ ملین ایکڑ فٹ پانی دینے والے صوبے کو ۸.۷۸ ملین ایکڑ فٹ پانی ملتا ہے لہٰذا صوبہ سرحد کے لوگوں کو قابل قبول نہیں ہے (2) کالاباغ ڈیم کی تعمیر کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ اس سے صوبے کا بہت زرخیز اور آبادی والا علاقہ زیرآب آجائے گا لہٰذا یہ ڈیم نہیں بننا چاہئے بلکہ اس کی جگہ گلگت کے علاقے میں بھاشا ڈیم تعمیر کیا جائے۔

صوبہ سندھ والے بھی موجودہ تقسیم کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ تقسیم ۱۹۴۵ء کے پنجاب سندھ معاہدہ کے مطابق نہیں ہے بلکہ انہیں کم پانی دیا گیا ہے مزید یہ کہ کراچی کو براہ راست مرکز سے اپنا حصہ ملنا چاہئے اور معاہدہ میں سندھ کے حصے سے پانی دیا گیا ہے۔ صوبہ سندھ کے حوالے سے ماہرین کے ایک پینل نے موجودہ کل پانی (۱۱۴ ملین ایکڑ) کو غلط قرار دیتے ہوئے کہا کہ ۷۱-۱۹۷۰ء میں ۱۰۵ سے ۱۰۷ ملین ایکڑ فٹ تھا اور یہ بین الاقوامی طور پر تسلیم شدہ فارمولا ہے کہ کل پانی کی مقدار معلوم کرنے کے لیے متواتر دو سالوں کے دوران کم از کم موجود پانی کو دیکھا جاتا ہے جو کہ ۱۰۴ ملین ایکڑ فٹ بنتا ہے۔ اور سندھ کو ۱۹۴۵ء میں ہونے والے پنجاب سندھ معاہدہ کے مطابق ملنے والے حصے (۴۸.۷۴ ملین ایکڑ فٹ) سے ۱۰ ملین ایکڑ فٹ کم ملے گا۔ اس کے علاوہ جنرل ضیاء الحق کے حکم کے برعکس کراچی کو ۰.۷۸ ملین ایکڑ فٹ مرکز سے نہیں بلکہ صوبہ سندھ کے حصے میں سے دیا جائے گا جو کہ قابل قبول نہیں ہے(3)

اسی طرح کالاباغ ڈیم کے بارے میں بھی ان کا یہی کہنا ہے کہ اس سے سندھ صحراء بن جائے گا۔

بلوچستان کے منظور احمد گچکی کا کہنا ہے کہ پہلے ان کے علاقے تک پانی پہنچانے کا بندوبست کیا جائے ورنہ اس کا حصہ وہاں تک پہنچانا ناممکن ہے(4)

میرا مقالہ انہی مباحث کے تناظر میں لکھا گیا۔اس بحث کو سامنے رکھتے ہوئے اس مقالے میں مندرجہ ذیل بنیادی سوالات اٹھائے گئے ہیں۔

(۱) پانی کی ملکیت کی حیثیت اور اس پر حق کی بنیاد کیا ہے؟

(۲) حکومت کو پانی پر کب حق حاصل ہوتا ہے اور کس بنیاد پر؟

(۳) کیا پانی کا حق قابل میراث وفروخت ہے؟

(۴) کیا آبپاشی انفرادی ذمہ داری ہے یا حکومت کی ذمہ داری ہے؟

(۵) حکومت کی ذمہ داری کی صورت میں تقسیم کیسے ہوگی؟

(۶) انفرادی ذمہ داری میں پانی کے جھگڑے کیسے حل ہوں گے؟

چونکہ اوپر دیے گئے مسئلے کے متعلق بحث میں جذباتی گفتگو بھی ہوئی ہے،صوبائی عصبیت کا مسئلہ بھی سامنے آیا ہے اور ملکی قانون کے حوالے سے بھی بات ہوئی ہے اور مسئلہ ابھی تک زیر بحث ہے ہمارے خیال میں مسئلے کے حل کے لیے ان تمام سوالات کا جواب اسلامی تعلیمات میں ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔نہ صرف یہ کہ اسلامی تعلیمات پاکستان کے تمام مسلمانوں کے لیے قابل تسلیم ہوں گی بلکہ امید ہے کہ ان کے ذریعے سماجی انصاف اور بنیادی اسلامی اقدار معلوم کر کے ہم اپنے قوانین کا جائزہ بھی لے سکیں گے اور بہتر حل پیش کر سکیں گے۔

ذیل کے مقالے میں انہیں سوالات کے جواب قرآن کریم، تفاسیر احادیث فقہ اور تاریخ اسلامی سے ڈھونڈنے کی کوشش کی گئی ہے جس کے لیے بحث کے لیے ابواب کی ترتیب یوں دی گئی ہے۔

پہلا باب اسلامی قانون میں ذاتی ملکیت کے تصور کے متعلق ہے جس کی پہلی فصل میں ذاتی ملکیت کی مشروعیت (جواز) پر بحث ہوئی ہے دوسری فصل میں ذاتی ملکیت کے ذرائع بیان کیے گئے ہیں تیسری فصل میں ملکیت کی دوسری قسمیں بیان کی گئی ہیں اور چوتھی فصل میں ذاتی ملکیت کی شرائط وقیود بیان کیے گئے ہیں۔

دوسرا باب پانی کی ذاتی ملکیت کے بارے میں ہے جس کی پہلی فصل میں پانی کی ذاتی ملکیت کے جواز اور اس کے اسباب پر بحث ہوئی ہے۔دوسری فصل میں ذاتی ملکیت میں تصرف کا حق اور اس کے اصول بیان کیے گئے ہیں تیسری فصل ذاتی ضرورت سے زائد پانی کا حکم بیان کیا گیا ہے اور چوتھی فصل میں پانی کو ذاتی ملکیت میں بدلنے میں حکومت کا عمل دخل بیان کیا گیا ہے

تیسرا باب پانی بحیثیت مال مشترکہ اور اس کے احکام کے متعلق ہے جس کی پہلی فصل میں "پانی بحیثیت مال مشترکہ" پر بحث ہوئی ہے دوسری فصل میں مشترکہ پانی سے انتفاع کا طریقہ کار بتایا گیا ہے۔ تیسری فصل میں مشترکہ پانی کی تقسیم پر بحث ہوئی ہے اور چوتھی فصل میں مشترکہ پانی میں حکومت کا عمل دخل بیان کیا گیا ہے۔

چوتھا باب آبپاشی کے متعلقہ ہے جس کی پہلی فصل میں آبپاشی کی تعریف اور اس کی ضرورت واہمیت واضح کی گئی ہے دوسری فصل میں منصوبہ بندی کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ تیسری فصل میں آبپاشی کے ذرائع بیان کیے گئے ہیں چوتھی فصل میں آبپاشی کی منصوبہ بندی اور اقدامات پر بحث ہوئی ہے اور پانچویں فصل میں آبپاشی کا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے۔ پانچواں باب آبپاشی کے احکام پر مشتمل ہے۔ جس کی پہلی فصل میں عام دریاؤں اور نہروں سے حق آبپاشی پر بحث کی گئی ہے دوسری فصل میں ذاتی نہروں سے حق آبپاشی بیان کیا گیا ہے تیسری فصل میں کنوؤں، تالابوں اور چشموں سے حق آبپاشی بیان کیا گیا ہے چوتھی فصل برتنوں کے پانی میں حق آبپاشی پر مشتمل ہے اور پانچویں فصل میں حق آبپاشی کی فروخت، اجارۃ، ھبہ، صدقہ، وصیت اور میراث پر بحث کی گئی ہے۔

چھٹا باب پانی کی تقسیم کے تنازعات اور ان کے فیصلوں کے اصولوں پر مشتمل ہے جس کی پہلی فصل میں حق آبپاشی کی تقدیم وتاخیر کے تنازعہ اور اس کے حل پر بحث کی گئی ہے دوسری فصل میں حق مجری اور مسیل کا تنازعہ اور اس کا اصول بیان کیا گیا ہے اور تیسری فصل میں بند سے پانی کی تقسیم پر بحث کی گئی ہے۔

ساتویں باب پاکستان میں پانی کی تقسیم کے مسئلے کے متعلق ہے جس کی پہلی فصل میں پاکستان کے اندر موجود پانی اور اس کی تقسیم کا جائزہ لیا گیا ہے پھر دوسری فصل میں مختلف صوبوں کے لوگوں کے اعتراضات وجوابات کی روشنی میں اس کا تجزیہ کیا گیا ہے اور تیسری فصل میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تجاویز دی گئی ہیں۔

پانی کی ذاتی ملکیت کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ پہلے یہ سمجھا جائے کہ ذاتی ملکیت کا مسئلہ کیا ہے اور اس سلسلے میں اسلام کا کیا حکم ہے؟ یہ بحث باب اول کا موضوع ہے۔

باب اول: اسلامی قانون میں ذاتی ملکیت کا تصور

فصل اول: ذاتی ملکیت کی مشروعیت (جواز)

اسلام میں ملکیت کے تصور میں جامع اصول یہ ہے کہ بنیادی طور پر ہر چیز کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"ولله مافی السموت ومافی الارض" (5)

(ترجمہ) ''اور اللہ ہی کی ملکیت ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔''

ایک اور جگہ قرآن میں فرمایا۔

"قل لمن مافی السموت والارض ط قل للہ" (6)

(ترجمہ) ''آپ کہئے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملکیت ہے؟ کہو کہ اللہ کی۔'' ان آیات کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ اصل مالک اللہ ہے کیونکہ وہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے۔

لا الہ لا ھو خالق کل شي فاعبدوہ (7)

(ترجمہ) ''اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ تو تم لوگ اس کی عبادت کرو'' (8)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر اشیائے کائنات سے انسان کا قانونی رشتہ کیا ہے قرآن کریم نے اس رشتے کو ''خلیفہ'' اور ''امانت'' کی اصطلاحوں کے ذریعے واضح کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ انسان کی حیثیت اس کائنات میں خلیفہ کی ہے اور کائنات کی تمام چیزیں اسے بطور امانت دی گئی ہیں۔ اس امانت کے استعمال کی صورتیں ''تسخیر'' اور ''نفع'' ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"واذقال ربک للملئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ (9)

ترجمہ: اور جس وقت آپ کے رب نے ارشاد فرمایا فرشتوں سے کہ میں زمین میں ایک نائب ضرور بناؤں گا۔''

تسخیر کی صورت کو اللہ تعالیٰ نے واضح کرتے ہوئے فرمایا۔

"وسخر لکم مافی السموت ومافی الارض جمیعا منہ." (10)

(ترجمہ) اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو آپ کے لئے مسخر بنالیا''۔

انتفاع کی صورت کیا ہے؟ اس کی وضاحت ''انفاق'' یعنی خرچ کرنے کی اجازت دے کر فرمائی۔

وانفقو امماجعلکم مستخلفین فیہ" (11)

(ترجمہ) اور (ایمان لاکر) جس مال میں تم کو قائم مقام کیا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو'' تسخیر اور انتفاع کے لحاظ سے ملکیت کی تین قسمیں بنتی ہیں۔

(۱) ذاتی ملکیت (۲) عام ملکیت (۳) ریاستی ملکیت (12)

ذاتی ملکیت:۔

آیئے سب سے پہلے ذاتی ملکیت کے بارے میں شریعت کا نقطہ نظر معلوم کریں۔ سوال یہ ہے کہ کیا اسلام ذاتی ملکیت کی اجازت دیتا ہے؟ اس سوال کے جواب کے لیے ہم قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو دیکھتے ہیں کہ متعدد آیات میں اموال کی نسبت افراد کی طرف کی گئی ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"انما اموالکم واولادکم فتنتہ" (13)

(ترجمہ) ''تمہارے اموال اور اولاد میں تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے''۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ آیا ہے۔

"وفی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم". (14)

(ترجمہ) اوران کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق ہے۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اموال کی نسبت جن لوگوں کی طرف کی گئی ہے وہ ان کے مالک ہیں۔

اسی طرح زکوۃ، انفاق اور میراث کے احکام اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل کے الفاظ میں بیان فرمائے ہیں۔

"واقیمو الصلوة واتوا الزکوة واقرضوا الله قرضا حسنا". (15)

(ترجمہ) اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو۔

انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں فرمایا۔

مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل الله کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلته مأته حبته." (16)

(ترجمہ) جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے۔ جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بال کے اندر سو دانے ہوں۔"

میراث کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"یوصیکم الله فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ماترک..........ولکم نصف ماترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مماترکن.........." (17)

(ترجمہ) اللہ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر اور اگر صرف لڑکیاں ہی ہوں گو دو سے زیادہ ہوں تو ان لڑکیوں کو دو تہائی ملے گا۔ اس مال کا جو کہ مورث چھوڑ مرا ہے..........اور تم کو آدھا ملے گا۔ اس ترکہ کا جو تمہاری بیبیاں چھوڑ جائیں۔ اگر ان کی کچھ اولاد نہ ہو اور اگر ان بیبیوں کی کچھ اولاد ہو تو تم کو ان کے ترکہ سے چوتھائی ملے گا۔"

ان آیات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس مال کے مالک ہیں جس میں سے انہیں زکوۃ ادا کرنے اللہ تعالیٰ کو قرض دینے، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور موت کی صورت میں ان کا ترکہ ورثا میں مقرر کردہ حصوں کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔

ذاتی ملکیت کا اصول اسلامی تعلیمات میں محنت کے حوالے سے بھی ملتا ہے اسلام نے ہر محنت کرنے والے کو اس کی محنت سے حاصل ہونے والے فائدے کا مالک بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"وان لیس للانسان الا ماسعی." (18)

(ترجمہ) اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی۔"

اگر ذاتی ملکیت جائز نہ ہوتی تو کام کرنے والے کو اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ضروریات سے زیادہ حاصل ہونے

والے فائدے کی ملکیت کا حق نہ ہوتا۔(19)

اسی طرح چوری، غصب، ڈاکہ زنی وغیرہ کی سزائیں ذاتی ملکیت کی حفاظت ہی کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ مثلاً اللہ نے چوری کی سزا قرآن کریم میں اسطرح بیان فرمائی ہے۔

"والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما جزآبما كسبانكا لامن الله والله عزيز حكيم.(20)

(ترجمہ) اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے سو ان دونوں کے (داہنے) ہاتھ (گٹے پر سے) کاٹ ڈالو۔ ان کے کردار کے عوض میں بطور سزا کے اللہ کی طرف سے۔"

ناجائز طریقے سے ایک دوسرے کے مال کھانے کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"ولا تاكلوا اموالكم بينكم بالباطل". (21)

(ترجمہ) اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (طور پر) مت کھاؤ ڈاکہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے لڑائی قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

"انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الارض فسادا ان يقتلو اويصلبوا او تقطع ايديهم وارجلهم من خلاف اوينفوا من الارض". (22)

(ترجمہ) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا زمین سے نکال دیئے جائیں۔

لہٰذا ان احکام سے اخذ کیا جاتا ہے کہ اسلام میں ذاتی ملکیت جائز ہے۔

فصل نمبر ۲: ذاتی ملکیت کے ذرائع:

یہ معلوم کرنے کے بعد کہ ذاتی ملکیت جائز ہے آیئے اب یہ دیکھیں کہ وہ کونسے ذرائع ہیں جن کی بدولت کوئی شخص ایک چیز کا مالک بن سکتا ہے۔ قرآن کریم، سنت نبوی اور فقہائے کرام کی مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکیت کے ذرائع درج ذیل ہیں۔

عمل ومحنت:

جب کوئی شخص عمل اور محنت کر کے جائز طریقے سے کوئی چیز حاصل کرے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

للرجال نصيب مما اكتسبو اوللنساء نصيب مما اكتسبن. (23)

(ترجمہ) مردوں کے لئے ان کی کمائی کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لئے ان کی کمائی کا حصہ ثابت ہے۔ یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے حصہ مقرر ہے جیسا کہ وہ کام کرتے ہیں ان کے عمل کا پورا پورا حصہ ملے گا اور اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

اسی طرح جو شخص محنت کر کے ناکارہ اور غیر آباد (موات) زمین کو آباد کرے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے۔

"من احیاارضامیتۃ فھی لہ ".(24)

(ترجمہ) جس نے غیر آباد زمین آباد کی تو وہ اس کی ہے"۔

البتہ اس ملکیت کے لئے امام ابو حنیفہ امام (حکومت وقت) سے اجازت لینا ضروری قرار دیتے ہیں جبکہ امام شافعی ، ابو یوسف اور امام محمد یہ شرط نہیں لگاتے۔(25)

(۲) خرید و فروخت:

اگر کوئی شخص قیمت ادا کر کے کوئی چیز خریدے تو اس صورت میں بھی وہ اس کی ملکیت کا حق رکھتا ہے کیونکہ یہ ایک جائز طریقہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "واحل اللہ البیع وحرم الربوا" (26)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے بیع حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔

ھدیہ/ھبہ:

اگر کوئی شخص دوسرے کو تحفے کے طور پر کوئی چیز دے تو وہ اس کا مالک بن جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ "واھب" کو "موھوب لہ" کی مرضی یا حاکم کے فیصلے کے بغیر ھبہ شدہ چیز واپس لینے کا حق نہیں ہے۔بشرطیکہ "موھوب لہ" وہ چیز اپنے قبضے میں لے چکا ہو اور اگر اس نے اس کی مرضی یا حاکم کے فیصلے کے بغیر واپس لے لی تو وہ غاصب سمجھا جاتا ہے۔(27) حضور نے بھی ھبہ کی ترغیب دی ہے۔آپ نے فرمایا ہے۔

"تھادوا تحابوا" (28)

(ترجمہ) آپس میں ھدیہ دیا کرو اور باہم محبت کی طرح ڈالو"

(۴) صدقات و زکوۃ:

زکوۃ و صدقات بھی جن کو دیئے جائیں وہ ان کے مالک بن جاتے ہیں۔مصارف زکوۃ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"انما الصدقات للفقراء والمساکین والعٰملین علیھا والمؤ لفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل ". (29)

(ترجمہ) صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور ہو) اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضے میں اور جہاد میں اور مسافروں میں۔

ان مصارف کے شروع میں "لام" ہے جو تخصیص کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اس لئے آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ تمام صدقات "صرف" انہی لوگوں کا حق ہے۔اور اس کی ادائیگی کے لئے یہ شرط ہے کہ ان مصارف میں سے کسی مستحق کو مال زکوۃ پر مالکانہ

قبضہ دے دیا جائے۔بغیر مالکانہ قبضہ دیئے اگر کوئی مال انہی لوگوں کے فائدے کے لئے خرچ بھی کیا جائے تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی۔(ا) لہٰذا زکوۃ کا مال مستحقین کی ملکیت بن جاتا ہے۔مولانا اشرف علی تھانوی بھی مصارف زکوۃ میں تملیک شرط قرار دیتے ہیں۔وہ فرماتے ہیں کہ جن کو زکوۃ دی جائے ان کو اس کا مالک کر دیا جائے بدون تملیک زکوۃ ادا نہ ہوگی۔(31)

میراث:۔

کسی شخص کے مرنے پر جو مال ورثاء میں تقسیم ہوتا ہے وہ اس مال کے مالک بن جاتے ہیں۔جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

"للرجال نصیب مما ترک الوالدان والا قربون وللنسانصیب مماترک الوالدان والا قربون مماقل اوکثر نصیبا مفروضا." (32)

(ترجمہ) مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ جائیں۔خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر حصہ قطعی۔

شکار:۔

شکار کرنے سے بھی شکاری مالک بن جاتا ہے۔کیونکہ یہ جائز ہے اور جو کوئی کسی جانور کو خشکی یا سمندر میں شکار کرے وہ اس کا ہو جاتا ہے۔لیکن ان جانوروں کا شکار جائز نہیں ہے جس میں کوئی ایسی علامت پائی جائے جو کسی کی ملکیت ہونے پر دلالت کرتی ہو۔ مثلاً ہرن کے گلے میں کوئی بندی، کبوتر کے پاؤں میں پنجہ وغیرہ۔(33)

حیازہ:۔

اگر کوئی شخص غیر مملوکہ (مباح) چیز کو ملکیت کی نیت سے اپنے قبضے میں لے کر اپنی حفاظت میں رکھے تو وہ اس کی مستقل ملکیت بن جاتی ہے۔مثلاً اگر کوئی عام نہر سے ہاتھ یا کسی ڈبے کے ذریعے پانی لے یا حوض میں جمع کرے تو وہ حرز اور حفاظت کی بدولت اس کا مالک بن جاتا ہے۔ بشرطیکہ پانی کا بہاؤ منقطع ہو اور اگر ایک طرف سے پانی آتا ہے اور دوسری طرف اتنا ہی پانی نکلتا ہے تو وہ "حرز" میں نہیں سمجھا جاتا اور وہ اس پانی کا مالک نہیں ہوگا۔

شرح المجلۃ میں اسے ذیل کے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"کل من احرز شیأ مباحا کان مالکا له مستقلا.......... کون الاحراز مقرونابالقصد..........یشترط فی احراز الماء انقطاع جریه.(34)

(ترجمہ) جس کسی نے غیر مملوک چیز اپنے حرز میں رکھی۔وہ اس کا مستقل مالک ہوگیا۔۔۔۔۔۔حرز میں رکھنے کے ساتھ

ارادہ بھی ہو۔۔۔۔پانی کے حرز میں اس کے بہاؤ کا منقطع ہونا شرط ہے۔

فصل نمبر ۳ ملکیت کی دوسری قسمیں:۔

عام ملکیت:

ملکیت کی دوسری شکل یہ ہے کہ ایک چیز تمام لوگوں کی مشترکہ ملکیت ہو لیکن چونکہ لوگ مختلف ممالک میں رہتے ہیں اس بناء پر عام ملکیت کی دو قسمیں بنتی ہیں۔

ا. ملکی حدود کے اندر عام ملکیت۔

ب۔ بین الاقوامی حدود کے اندر عام ملکیت۔

ا. ملکی حدود میں عام ملکیت:۔

یہ وہ ملکیت ہے جس میں کسی فرد کی تخصیص نہ ہو اس میں بیع، اقطاع اور ھبہ کا تصرف کسی کے لئے جائز نہ ہو۔ کیونکہ اس پر تمام مسلمانوں بلکہ انسانوں کا حق ہوتا ہے۔ جو اس وقت تک زندہ ہوں یا آنے والی نسلیں ہوں ان تمام کے لئے اس ملکیت سے ذاتی فائدہ لینا جائز ہے۔(35) یعنی یہ ملکیت ریاستی اور ذاتی ملکیت دونوں سے مختلف ہے کیونکہ نہ اس میں کوئی ملک تصرف کرسکتا ہے اور نہ کوئی فرد بلکہ یہ ایک عام ملکیت ہوتی ہے۔ جو تمام عوام کیلئے ہوتی ہے۔ جبکہ ذاتی ملکیت میں مالک اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرسکتا ہے اور ریاستی ملکیت میں ملک (یعنی حکومت) ضرورت و مصلحت کی بنیاد پر تصرف کرسکتی ہے(36)۔ بڑے دریاؤں کا پانی، ساحل کے قریب سمندروں کا پانی عام راستے و چراگائیں اور جنگلات عام ملکیت کی مثالیں ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔

"المسلمون شرکاء فی ثلاث: فی الماء والکلاء والنار" (37)

(ترجمہ) مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، چارہ، اور آگ میں بعض روایات میں آتا ہے

"الناس شرکاء فی ثلاث: الماء والکلاء والنار"(38)

(ترجمہ) لوگ تین چیزوں میں شریک ہیں پانی، چارہ اور آگ۔

جو پہلی حدیث سے زیادہ عام ہے۔ اور اسی کو بنیاد بنا کر علامہ سرخسی نے کہا ہے کہ اس میں مسلمان اور کافر سارے شریک ہیں۔(39) لہٰذا ان آشیا سے فائدہ اٹھانے کے لیے جو کوئی بھی پہل کرے وہ زیادہ حق دار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس حد تک کہ دوسرے کو نقصان نہ ہو کیونکہ حضورﷺ نے اس سے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"لا ضرر ولا ضرار.(40)

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے عام ملکیت کیوں قرار دیا گیا۔ ڈکتور رفیق یونس نے اس کو جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس سے "مصلحۃ عامۃ" ہو رہی ہے اور ایک عام ضرورت ہے۔(41)

اور تمام زندگی کا دارومدار اسی پر ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

" وجعلنا من الماء کل شیء حی"(42)

(ترجمہ)اور ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا ہے۔

اس کی مزید تفصیل باب دوم میں آئے گی۔

بین الاقوامی عام ملکیت:

یہ وہ ملکیت ہے جو تمام دنیا کے ممالک کے لوگوں میں مشترک ہو۔مثلاً بڑے سمندروں کا پانی اور اسکے متعلقات۔اگر چہ اس میں شک نہیں کہ ساحلی ملک کا قریب کے پانی پر حق ہوتا ہے مثلاً بحیرہ عرب میں پاکستان کا اختیار خشکی سے بارہ میل تک ہے۔جس میں اس کے اوپر کی ہوا، تہہ کے نیچے سب کچھ شامل ہے۔(43) اسے اصطلاح میں البحر الاقلیمی "یا المعطقۃ الملاصقۃ" کہتے ہیں۔لیکن دور کا پانی دنیا کے ممالک کے لیے مشترک ہوتا ہے۔اس ساحلی ملک کے لئے خاص نہیں ہوتا۔اور صرف پانی ہی نہیں بلکہ اس سے متعلق تمام جاندار اور بے جان مصادر بھی انہی ممالک کے لئے مشترک ہیں خواہ وہ اس کی سطح پر ہوں یا درمیان میں یا اس کی تہہ میں یا تہہ کے نیچے یا اس کے اوپر ہوا میں۔مثلاً اسفنج، مچھلی، مرجان، سیپیاں، موتی، معدنیات اور پٹرول وغیرہ، اس طرح یہ ممالک عملاً سمندروں کی تہوں کو مواصلاتی تار اور تیل کے پائپ بچھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔اور ان کے جہاز ان کی ہواؤں میں اڑتے ہیں۔(44)

ریاستی ملکیت:

ملکیت کی تیسری قسم وہ ملکیت ہے جو کسی ملک کی حکومت کے لئے خاص ہو خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، حیوانات ہو یا جمادات، اس ملکیت کو اصطلاح میں بیت المال کا نام دیا جاتا ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔(۱) زکواۃ کا بیت المال (۲) مصالح کا بیت المال (3) ضوائع کا بیت المال۔

(۱) زکواۃ کا بیت المال:

یہ وہ بیت المال ہے، جس میں زکواۃ کا مال ہوتا ہے اور شریعت کے مقرر کردہ مصارف میں خرچ ہوتا ہے۔

(۲) مصالح کا بیت المال:

یہ وہ بیت المال ہے، جس میں "فئی"، غنیمت اور خراج کے مدوں سے مال آتا ہے اور اس کے مصارف رواتب، اجور، ارزاق، مساجد کی تعمیر، پل، راستے اور ضرورت کے وقت فقراء اور مساکین ہیں۔

ضوائع کا بیت المال:

اس کے ذرائع آمدن گمشدہ ملی ہوئی چیزیں، لاوارث ترکہ اور بغیر ولی کے مقتول کی دیت ہیں۔ جبکہ مصارف بغیر ولی کے فقراء ہیں جن کی تکفین وتدفین کی جاتی ہے اوران کے جرائم کی صورت میں جرمانہ ادا کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ ریاستی ملکیت میں وہ تمام موارد عامہ شامل ہیں جن میں ملک کے لے مصلحت کی بنیاد پر شرعی مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہو۔ ان میں غیر آباد زمین (موات)، وہ زمین جس پر حکومت کے مختلف ادارے قائم ہوں اور وہ معدنیات جو حکومتی زمین میں ہوں شامل ہیں۔

جہاں تک ذاتی زمین اور غیر مملوکہ (مباح) زمین میں معدنیات کا تعلق ہے تو ان کے متعلق مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ معدنیات عام ملکیت ہیں۔ وہ کسی کی ملکیت نہیں۔ جبکہ جمہور علماء کہتے ہیں کہ ذاتی زمین میں معدنیات، زمین کی ملکیت کی بدولت زمین کے مالک کی ملکیت ہوتی ہیں۔ کیونکہ جو سطح زمین (ظاہری) کا مالک ہے وہی اندرون زمین (باطنی) کا بھی مالک ہے اور غیر مملوکہ (مباح) زمین سے حاصل شدہ معدنیات کو دو قسموں میں بانٹا گیا ہے۔

(۱) ظاہری (۲) باطنی

ظاہری معدنیات نکالنے پر وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بنتی کیوکہ اس پر خرچ اور محنت نہیں ہو رہی جبکہ باطنی معدنیات ذاتی ملکیت بنتی ہیں کیونکہ اس پر خرچ اور محنت ہوتی ہے۔ اوران کی حیثیت غیر آباد کی آبادی جیسی ہوتی ہے۔ (45)

فصل نمبر (4) ذاتی ملکیت کی شرائط

ذاتی ملکیت کے حق کے جواز کے باوجود اسلام نے کچھ شرائط لگائی ہیں۔ اگر وہ شرائط پوری نہ کی جائیں تو ذاتی ملکیت ناجائز ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) چیز کا جائز اور حلال ہونا:

اسلام اُن چیزوں کا حق ملکیت دیتا ہے جو جائز اور حلال ہوں مثلاً مردار خون، (دم مسفوح) سؤر اور شراب وغیرہ کی ملکیت اس لیے ناجائز ہے کہ یہ حرام ہیں۔ اوران کی حرمت قرآن مجید میں اِن الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام (46)

(ترجمہ) تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور جو غیر اللہ کے نام سے زد کے جائے اور جو کسی ضرب سے مر جاوے اور جو اونچے سے غر کر مر جاوے اور جو کسی ٹکر مر جاوے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو، اور

جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جاوے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے۔"

(۲) ملکیت ناجائز طریقے سے حاصل نہ ہو:

اسلام میں یہ بھی شرط لگائی گئے ہے کہ کسی چیز کا حق ملکیت تب حاصل ہوتا ہے کہ وہ چیز جائز طریقے سے حاصل کی گئے ہو۔ اگر ناجائز طریقے سے حاصل ہو تو اس کو حق ملکیت حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر کوئی چیز یا دولت سود، جوا، رشوت، ظلم، خیانت، دھوکہ اور چوری یا ڈاکہ جیسے غلط اور ناجائز طریقوں سے حاصل کی گئی ہو تو اس پر حق ملکیت حاصل نہیں۔

سود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا واضح حکم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے۔ (47)

ایک اور آیت میں سودی لین دین کرنے والے کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ قرار دیا ہے۔

"یاایھا الذین امنو ا تقوالله وذرو امابقیی من الربو ان کنتم مومنین فان لم تفعلوا فازنو ابحرب من الله ورسوله" (48)

(ترجمہ): اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے"۔

اس آیت سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اتنی قبیح چیز ہے کہ اگر کوئی سودی کاروبار کرتا ہے تو گویا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی کے لئے تیار ہے۔

جوا کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یا یھا الذین امنو انما الخمرو المیسرو الانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبو ہ لعلکم تفلحون (49)

(ترجمہ) اے ایمان والو شراب اور جوا اور بت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام شیطان کے عمل میں سے ہیں سو ان سے بچتے رہو تاکہ فلاح حاصل ہو۔

رشوت ظلم اور دھوکے کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

"ولا تاکلو اموالکم بینکم بالباطل وتدلو بھا الی الحکام لتاکلو ا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون (50)

(ترجمہ) اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق (طور پر) مت کھاؤ اور ان کے (جھوٹے مقدمہ) کو حکام کے ہاں

اس غرض سے رجوع مت کرو کہ (اس کے ذریعے سے) لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق گناہ (یعنی ظلم کے) کھا جاؤ۔
''ناحق طور پر مال کھانے میں رشوت، دھوکہ، ملاوٹ اور ظلم وغیرہ کے ذریعوں سے مال حاصل کرنا شامل ہیں۔
اسی طرح امانت کو اس کے مالکوں کو واپس کرنے کا حکم دیا ہے۔
(ترجمہ):''ان اللہ یامر کم ان تؤدوا الا مانات الی اھلھا''(51)
بے شک اللہ تعالی اس بات کا حکم دیتا ہے کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچادیا کرو۔''
چوری کو سخت جرم قرار دیتے ہوئے اس کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کیا ہے۔(52)

ان آیات کریمہ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ غلط طریقوں سے کمائی ہوئی دولت ناجائز ہوتی ہے اور کسی شخص کو ایسی دولت یا مال کا حق ملکیت جائز نہیں بلکہ حرام کمائی کے بارے میں احمد رضا خان بریلوی نے ''احکام شریعت' میں لکھا ہے کہ حرام روپیہ کسی کام میں لگانا جائز نہیں۔ چاہے نیک کام ہو یا اور سوائے اس کے کہ جس سے لیا ہوا سے واپس کردے یا فقیروں پر تصدق کرے۔ بغیر اس کے اس کا پاک کرنے کا کوئی حیلہ نہیں۔(53)

قیود

(۱) مال جمع نہ کرنا اور اللہ کے راستے میں خرچ کرنا:

اسلام نے مال و دولت جمع کرنے اور اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور ایسا کرنے والے کے لے سخت عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

والذین یکنزون الذھب والفضۃ ولا ینفقونھا فی مسبیل اللہ فبشر ھم بعزاب الیم(54)

(ترجمہ): اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی (دولت) جمع کر رکھتے ہیں۔ اور ان کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ﷺ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔

(۲) سرمایہ کاری کرنا(investment)

اسلام تمام اموال کے مالکوں پر لازم کرتا ہے کہ وہ اپنے اموال سے سرمایہ کاری کریں اور خاص کر ایسی املاک میں تو بہت ضروری ہے جو پیداوار دینے والی ہوں مثلاً زمین وغیرہ کیونکہ املاک کو پیداوار اور نفع سے روکنا معاشرے کے لے نقصان دہ ہے اگر مالک کو دنہیں کرتے تو حکومت کو چاہئے کہ ان کو مجبور کریں اور اگر وہ پھر بھی نہیں کرتے تو حکومت کو چاہئے کہ وہ املاک ان لوگوں سے لے کر دوسرے لوگوں میں تقسیم کرے۔(55)

حضرت عمرؓ نے بھی بلال بن حارث المزنی کی زمین کا فیصلہ کرتے وقت یہ فرمایا تھا۔

من عطل ار ضاثلاث سنین لم یعمرّ ھا فجاء غیرہ فعمرّ ھا فھی لہ"(56)

ترجمہ: جس نے تین سال گزر جانے پر اپنی زمین کار آمد نہ بنائے اور اس کے علاوہ دوسرے نے آباد کی پس یہ اس کی ہے۔"

(۳) اسراف اور بخل نہ کرنا:

اسلام خرچ کرنے میں اعتدال کا تقاضا کرتا ہے لہذا صاحب مال کو چاہئے کہ وہ نہ اسراف کرے اور نہ بخل اور کنجوسی سے کام لے۔ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطھا کل البسط فتقعد ملوما محسورا"(57)

(ترجمہ) اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے باندھ لینا چاہئے اور بالکل ہی کھول دینا چاہئے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھ رہو گے۔ ایک اور جگہ فرمایا ہے۔

ولا تبذر تبذیرا ان المبذرین کانو اخوان الشیاطین و کان الشیطان لربہ کفورا (58)

(ترجمہ) اور بے مواقع مت اڑا کرو (کیونکہ) بے شک بے موقع اڑانے والے شیطان کے بھائی بند ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔

(۴) ذخیرہ اندوزی نہ کرنا:

بعض لوگ اس نیت سے اشیاء صرف ذخیرہ کرتے ہیں کہ وہ نایاب ہو کر مہنگی ہو جائیں تب وہ بیچیں گے یہ اسلام میں حرام ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے لے نقصان دہ ہے۔ ذخیرہ اندوزی کی مذمت حضور ﷺ نے ان الفاظ میں کی ہے۔

من احتکر حکرۃ یریدان یغلی علی المسلمین ھو خاطی و قد برئت عنہ ذمۃ اللہ ورسولہ(59)

صدقات واجبہ ادا کرنا:

ان قیود میں ایک قید یہ بھی ہے کہ مال میں سے شریعت کے مقرر کردہ صدقات مثلاً زکوۃ، عشر اور دوسرے مالی لوازمات ادا کئے جائے۔ یعنی اگر کوئی صاحب نصاب ہو تو وہ مستحقین کو زکوۃ دے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نماز کے ساتھ ساتھ زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"واقیمو الصلوۃ واتو الزکوۃ"(60)

(ترجمہ) اور پابندی رکھنا نماز کی اور ادا کرتے رہنا زکوۃ ایک اور جگہ پر اس ادائیگی کو مساکین کا حق قرار دیا ہے۔

و فی اموالھم حق معلوم للسائل والمحروم(61)

(ترجمہ) اور ان کے اموال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق ہے۔

اور اگر کوئی خوشی اور مرضی سے ادا نہیں کرتا تو حکومت پر لازم ہے کہ وہ انہیں مجبور کریں کہ وہ صدقات واجب ادا کریں

بصورت دیگران سے زبردستی وہ رقم لی جائے اور رکاوٹ پیدا کرنے کی صورت میں ان سے جہاد کیا جائے اور اس کی عملی مثال حضرت ابوبکرؓ نے قائم کی ہے اور مانعین زکوۃ کے خلاف جہاد کیا تھا۔(62)

(۴) میراث کی وصیت میں ایک تہائی کی تحدید:

وصیت کرنے والے کے لئے ایک تہائی سے زیادہ حصے میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے دوسرے ورثاء کو نقصان ہوتا ہے لہذا مالک ہوتے ہوئے بھی اسلام وصیت کی تحدید کرتا ہے۔(63)

(۵) حق ملکیت استعمال کرتے وقت دوسروں کو تکلیف نہ ہو اور شریعت کے مطابق ہو۔

انسان کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی ذاتی ملکیت کو استعمال کرتے ہوئے اس سے فائدہ حاصل کرے لیکن ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس کے اس استعمال سے دوسروں کو نقصان نہ ہو۔ اس کے علاوہ وہ اس ملکیت کو شرعی حدود اور دینی قواعد کے حدود میں استعمال کرے۔ کیونکہ حقوق کا استعمال مصالح کے حصول اور مفاسد کو ہٹانے کے لئے ہوتا ہے جس میں پہلے معاشرے کے فائدے کا لحاظ ہوتا ہے بعد میں فرد کے فائدے کا۔

پس جب حق ملکیت کے استعمال میں معاشرے یا دوسرے انسان کو نقصان ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس مصلحت اور نقصان کا موازنہ کرے۔ اگر مالک کی مصلحت نقصان کی بہ نسبت زیادہ ہے تو اسے استعمال کرے اور اگر دوسرے شخص کا نقصان زیادہ ہے تو اس کا استعمال ترک کرے۔(64)

حاصل بحث:

اس باب میں ہم نے یہ دیکھا کہ اسلام میں ذاتی ملکیت جائز ہے اس کی مختلف قسمیں ہیں اور ان کے لئے شرائط وقیود ہیں جن کے ساتھ ذاتی ملکیت کو قانونی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اب ان احکام کی روشنی میں ہم اگلے باب میں پانی کی ذاتی ملکیت کے مسئلے کا جائزہ لیں گے کہ کیا اسے ذاتی ملکیت بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور اگر بنایا جاسکتا ہے تو کن بنیادوں پر؟

باب دوم:۔ پانی کی ذاتی ملکیت

فصل اوّل: پانی کی ذاتی ملکیت کی مشروعیت کے اسباب:

گزشتہ باب میں ذاتی ملکیت کی دوسری قسموں پر بحث ہوگئی۔ اب اس باب میں پانی کی ذاتی ملکیت پر بات ہوگی۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق پانی مشترکہ ملکیت ہے کیونکہ یہ ضرورت عامہ ہے اور جس طرح پچھلے باب میں بیان کیا گیا کہ اللہ تعالی کے فرمان

کے مطابق ہر جاندار چیز کو پانی سے بنایا گیا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کائنات میں زندگی اور پانی کا بہت گہرا رشتہ ہے۔ ہر جاندار چیز کا انحصار پانی پر ہے۔اور وہ پانی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ پانی ہر شے کی ضرورت ہے، اس لئے اسے انفرادی ملکیت قرار نہیں دیا جا سکتا ۔اللہ تعالی نے پانی کی پیدائش اور تقسیم کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔وہ لوگوں سے پوچھتا ہے۔

"افرایتم الماء الذی تشربون ء انتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون " (65)

(ترجمہ) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔

یعنی یہ پانی نہ انسان نے نازل کیا ہے اور نہ ہی اس کے مالک انسان ہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالی کا نازل کردہ ہے جسے پوری انسانیت کے فائدے کے لئے عام قرار دیا ہے۔

حضورﷺ نے بھی اس وجہ سے تمام مسلمانوں کو شریک ٹھہرایا ہے۔(66)

ایک اور حدیث میں "المسلمون" کی جگہ "الناس" فرمایا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی ضرورت عامہ کی بنیاد پر تمام انسانوں کے لے مشترکہ قرار دیا ہے۔(67) اور اس سے کسی کو نہیں روکا جائے گا۔البتہ بعض صورتوں میں پانی کی ذاتی ملکیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔

ذاتی ملکیت کے اسباب:

فقہاء نے کچھ اسباب بیان کیے ہیں جن کی بنیاد پر پانی کی ملکیت ثابت ہو سکتی ہے۔وہ اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

(ا) محنت اور اخراجات:

مشترکہ پانی کی ذاتی حیثیت بننے میں ایک سبب محنت اور خرچ ہے اگر مشترکہ پانی سے کوئی شخص نہر یا نالہ نکالے تو وہ اس پر صرف کردہ محنت اور خرچ کی بدولت اس کے پانی کا مالک بن جاتا ہے۔ کیونکہ اگر کسی بڑے دریا سے نہر مشترکہ طور پر کھودی یا کنواں کھودا جائے تو اس کے پانی میں وہ ان کی محنت اور خرچ کے مطابق حصہ دار ہوتے ہیں۔

ابن قدامہ نے اس حق پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

فاذا تقرر ھذا فکان النھر لجماعته فھو بینھم علی حسب العمل والنفقة لا نه انما ملک بالمارة والعمارة بالنفقة.(68)

نہر کھودنے میں جسمانی محنت بھی کرنی ہوتی ہے اور اخراجات بھی۔

یا تو بعض نے محنت کی ہوگی رقم خرچ نہیں کی ہوگی دوسرے لوگوں نے صرف رقم خرچ کی ہوگی محنت نہیں کی ہوگی۔اور بعض نے دونوں کام کئے ہوں گے لہذا ان کو ان کی محنت اور اخراجات کے مطابق حصہ ملے گا۔اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ مشترکہ اشیاء کی ملکیت

میں حقوق ملکیت کا تناسب محنت واخراجات میں حصے کی نسبت سے طے ہوتا ہے۔

قبضہ:

محنت اور خرچ کے علاوہ قبضے سے بھی ملکیت ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً کسی پانی کی اصل نامعلوم ہو اور وہ ایک فرد یا جماعت کے قبضے میں ہو تو اس پانی پر مشترکہ پانی کا حکم لاگو نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ اس فرد یا جماعت کی ملکیت ہوگا۔ نھایۃ المحتاج میں یہ اصول ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"وما جهل اصله هو تحت يد واحد او جماعة لا يحكم عليه بابا حته لان اليد دليل الملك"(69)

جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اسباب ملکیت میں سے ایک سبب قبضہ بھی ہے اور جس کسی کا قبضہ پہلے سے ثابت ہو جائے وہ اس پانی کا مالک ہوگا اور اسے ہی حقوق ملکیت اصل ہوں گے۔

انتقال وحرز:

جس کسی نے مشترکہ پانی میں سے برتن، حوض، تالاب، یا زمین کے ایک گڑھے میں لے لیا، یا حرز میں رکھا اور اس کی نگرانی کی تو وہ اس کی ملکیت ہے۔

"ومااخذ من هذا الماء المباح فى اناء حوض من مسدود المنافذ او بركة او حضرة فى ارض او نحوذلك ملك على الصحيح كا الاحتطاب والا حتشاش والاصطياد" (70)

اور اس پانی کی مثال ایسی ہے جیسا کہ غیر مملوکہ علاقے سے لکڑی اور گھاس کاٹ کر گھر لانے یا شکار کھیلنے سے کوئی شخص مالک بن جاتا ہے۔

(۴) احیاء:

اگر کسی نے ذاتی ملکیت کی نیت سے موات میں کنواں کھودا تو وہ اس کی ملکیت ہوگا۔ اور اس کا پانی بھی اس کی ذاتی ملکیت ہوگا۔ کیونکہ یہ اس کی ملکیت کی ایسی نشو ونما ہے جیسا درخت کا پھل یا جانور کا دودھ اس درخت اور جانور کے مالک کا ہوتا ہے۔ (71)

اگر کسی شخص نے موات میں ارتفاق (72) کی نیت سے کنواں کھودا یعنی وہ موات (غیر آباد علاقے) میں ٹھہرا اور خود پینے یا جانوروں کو پلانے کے لئے کنواں کھودا تو وہ اس کے پانی کا دوسروں سے زیادہ حق دار ہوگا یہاں تک کہ وہ وہاں سے چلا جائے۔ کیونکہ جانے کے بعد اس کی حیثیت راستے پر گزرنے والوں کے لے کھودے گئے کنویں جیسے ہو جاتی ہے اور واپس لوٹنے کی صورت میں وہ دوسرے کے برابر حقدار ہوتا ہے۔ لیکن اگر کسی ضرورت کے لئے چلا جائے اور واپس آنے کی نیت ہو تو وہ مقدم ہے البتہ زیادہ مدت کے لئے غائب ہو

جائے تو اس کا یہ حق ختم ہو جائے گا۔(73)

اگر کوئی شخص بڑی نہر (مباح نہر) سے متصل چھوٹی نہر کھودے تو جب تک اس نے بڑی نہر سے ملائے نہ ہو تو وہ اس کا مالک نہیں ہوگا بلکہ اسے احیاء (آبادکاری) کا آغاز سمجھا جائے گا اور جب کھدائی مکمل ہو کر اس کے ساتھ ملائے تو آبادکاری مکمل ہو جاتی ہے اور یہ اس کی ملکیت شمار ہوگی۔(74) بشرطیکہ نہر نکالنے سے بڑی نہر کو نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔(75) چاہے اس میں پانی جاری کیا جائے یا نہیں کیونکہ آبادکاری اس وقت مکمل ہو جاتی ہے جب اسے انتفاع کے لئے تیار کیا جائے نہ کہ فائدہ لیا جائے۔ یہ شخص نہر کی تہہ (قرار) دونوں کناروں، حریم (نہر کے دونوں طرف * مقررہ فاصلے تک) اور اس کے اوپر ہوا کا مالک بن جاتا ہے لیکن قاضی کے نزدیک یہ چیزیں اس کا حق تو شمار ہوں گی لیکن مالک نہیں ہوگا(76)

اگر ایک جماعت نے مل کر چشمہ کھودا تو وہ اپنے خرچ اور عمل کے مطابق مالک ہوں گے اگر کسی کی ذاتی زمین میں پانی نکلا تو مالک زمین اس کا مالک تصور ہوگا۔ ابواسحٰق کے نزدیک یہ اس کی ملکیت نہیں مگر اس کی اجازت کے بغیر دوسرے کو اس کی زمین میں داخل ہونا ناجائز ہے۔ یعنی اس پانی کا وہ مالک نہیں ہے بلکہ مشترکہ ہوگا۔ البتہ اس میں داخل ہونے کیلئے مالک زمین کی اجازت ضروری ہوگی۔ اصحاب شافعیؒ میں بعض کی رائے یہی ہے کہ وہ پانی کا مالک نہیں ہے جب کہ بعض کہتے ہیں کہ مالک زمین پانی کا مالک ہے۔(77) لیکن اسلام کی رو سے پانی کی ذاتی ملکیت کے جواز کے باوجود کوئی شخص مختار کل نہیں ہوتا بلکہ اس میں تصرف کے کچھ اصول وقیود ہیں جن کا ذکر ذیل میں ہوگا۔

فصل دوم: ذاتی پانی میں تصرف کا حق اور اس کے اصول:

اسلام کی رو سے ذاتی پانی میں تصرف کرتے وقت یہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ انسان اس کا مختار کل نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ولله ملک السموت والارض وما بينهما:(78)

(ترجمہ) اور اللہ تعالی ہی کے لے خاص ہے حکومت آسمانوں اور زمین پر اور جتنی چیزیں ان دونوں کے درمیان ہیں۔

اور ایک اور جگہ فرماتا ہے۔

"وانفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه"(79)

(ترجمہ) (اور ایمان لاکر) جس مال میں تم کو اس نے قائم کیا ہے اس میں اس (اس کی راہ) میں خرچ کرو۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمام کائنات اللہ کے لیے ہے اور ہر انسان کو اپنا نائب بنا کر محدود تصرف کا اختیار دیا ہے ان حدود وقیود کی تفصیل پہلے باب میں گذر چکی ہے۔

جہاں تک پانی کی ملکیت میں تصرف کا حق ہے اس کے لے چند اصول ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے

(۱) ضرر (نقصان)

مشترکہ پانی سے ذاتی ملکیت بناتے وقت یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ اس سے دوسرے عام لوگوں کو نقصان نہ ہو کیونکہ حضورؐ نے ایک دوسرے کو نقصان نہ دینے کا حکم فرمایا ہے۔(80) مثلاً اگر کوئی شخص بڑے دریا سے نہر نکال کر اپنی زمین میں لے جانا چاہتا ہے تو اگر اس سے دریا کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اسے ایسا نہ کرنے دیا جائے گا اور اسے نہر نکالنے کی اجازت نہیں دی جائے۔(81)

(۲) ضرورت:

کنویں، حوض، تالاب اور نہر میں مندرجہ بالا شرط کے ساتھ ذاتی ملکیت جائز ہے لیکن اس ذاتی پانی سے بھی دوسرے عام آدمیوں کو ضرورت اور اضطرار کے وقت انتفاع کا حق حاصل ہے۔ دوسرے لوگ اپنی پیاس بجھانے اور جانوروں کو ضرورت کے وقت کسی دوسرے کے ذاتی کنویں، حوض، تالاب اور نہر سے پانی پلا سکتے ہیں۔اور انہیں روکنا ناجائز ہے۔ البتہ نزدیک اگر دوسری جگہ غیر مملوکہ پانی موجود ہو تو انہیں کہا جائے گا کہ وہاں جا کر پانی لے لیں کیوں کہ ان کی ضرورت وہاں سے پوری ہو سکتی ہے، اور تکلیف بھی نہیں پہنچتی۔(82) لیکن اگر دوسری جگہ پانی نہ ہو اور کسی کو جان چلی جانے کا اندیشہ ہو اور پانی کا مالک اسے روکے تو اس شخص کو پانی کے مالک کے ساتھ اسلحہ سمیت لڑنے کا حق ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنی پیاس بجھانے کے لے پانی لے۔(83) حضورؐ نے پیاسے کو پانی پلانے کی ترغیب دلائی ہے۔اور فرمایا ہے۔

''من سقی مسلماشربة من ماء حیث یوجد الماء فکانما اعتق رقبة ومن سقی مسلماشربة من ماء حیث لا یوجد الماء فکانما احیاہ.''(84)

(ترجمہ) جس نے مسلمان کو پانی ایسی جگہ پلایا جہاں پانی موجود ہو تو گویا کہ اس نے ایک غلام آزاد کیا اور جس نے ایسی جگہ کسی مسلمان کو پانی پلایا جہاں پانی موجود نہ ہو تو گویا کہ اس نے اس ے زندہ کیا۔

اگر کسی نے غیر مملوکہ زمین (اموات) میں کنواں کھودا ہو تو اس کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ کسی کو پینے سے روکے کیونکہ موات مشترکہ ہوتا ہے، اور اس کی کھدائی سے مشترکہ ملکیت کا احیاء ہوا جس سے پینے کی حد تک شرکت جاری رہتی ہے اور اگر کسی نے ایسے پیاسے کو منع کیا جس کی جان چلی جانے کا اندیشہ ہو۔تو اسے اسلحے کے ساتھ لڑ کر پانی لینے کا حق ہے(85) کیونکہ اس حق کے روکنے سے پانی کے مالک نے اس کی جان تلف کرنے کا قصد کیا۔صاحب ہدایہ نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

''اما اذا احتفر ھا فی ارض موات فلیس له ان یمنعه لان الموات کان مشترکاً والحفر لا حیاء حق مشترک،فلا یقطع الشرکة فی الشفة ولو منعه عن ذالک وھو یخاف علی نفسه او ظھرہ العطش،له ان یقاتله

بالسلاح لا نه قصد اتلافه بمنع حقه وهو حق الشفه و الماء فی البئر. (86)

جہاں تک وضوء اور کپڑے دھونے کا حق ہے تو اس کے لیے بھی وہ پانی لے سکتے ہیں۔

"ولهم ان یاخذو الماء منه للوضوء وغسل الثیاب فی الصحیح"(87)

لیکن برتنوں میں محفوظ پانی سے اگر کوئی روکے تو اس کے ساتھ اسلحہ لے کر لڑنا نا جائز ہے۔

فاما اذا کان الماء محرز ا فی اناء فلیس للذی یخاف الهلاک من العطش ان یقاتل صاحب الماء علی المنع ولکن یاخذ منه فیقاتله علی ذلک بغیر سلاح.(88)

(ترجمہ) جہاں تک برتنوں میں محفوظ پانی ہے تو اس شخص کے لے جسے پیاس کی وجہ سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہو اسلحہ لے کر مالک کے ساتھ لڑنا نا جائز ہے بلکہ پانی لینے کے لے بغیر اسلحہ کے لڑسکتا ہے۔

فصل نمبر۳: ذاتی ضرورت سے زائد پانی کا حکم:

حضورؐ نے ذاتی ضرورت سے زیادہ پانی پر ذاتی ملکیت کا حق جتلانے سے منع فرمایا۔ آپؐ نے فرمایا ہے۔

"لا یمنع احد کم فضل ماء لیمنع به الکلاء" (89)

(ترجمہ): آپ میں سے کوئی ضرورت سے زائد پانی نہ روکے تا کہ اس کے ذریعے سے گھاس روکا جائے۔

اسی طرح آپؐ کا ایک فرمان اور بھی ہے۔

"لا یمنع فضل الماء ولا یمنع نقع البئر"(90)

(ترجمہ): ضرورت سے زائد پانی نہیں روکا جائے گا اور نہ کنویں میں جمع ہونے والے پانی کو روکا جائے گا۔

ان احادیث کی روشنی میں مالک کو اس میں سے صرف اپنی ضرورت بھر مقدار لے لینا ہی زیب دیتا ہے یعنی اپنے پینے کے لیے، اپنے مویشیوں کو پلانے کے لیے اور اپنی زمین کو سیراب کرنے کے لے جو مقدار کافی ہو اس کے بعد جو پانی باقی رہتا ہے اس سے دوسروں کو روکنا اس کے لیے نا جائز ہے یہ وہ پانی ہے جس کے روکنے سے منع کیا گیا ہے جو سدا نکلتے رہنے والا اور جاری ہو مثلاً ایسے چشموں اور کنوؤں کا پانی جن کے سوتے ہوتے ہیں۔ ابو عبید القاسم نے اپنی ''کتاب الاموال'' میں لکھا ہے۔

هذا الماء الذی جاء فیه النهی فی منع فضله وبیعه انما هو ما کان من المیاه الاعداد التی ذکرنا ها مثل ماء العیون والآبار التی لها مادة'(91)

(ترجمہ): یہ وہ پانی ہے جس کے زائد پانی کو روکنے اور بیچنے سے منع کیا گیا ہے جو ''المیاہ لاعداد'' میں سے ہو جس کا ذکر ہم نے کیا۔ مثلاً ان چشموں اور کنوؤں کا پانی جن کا منبع ہو۔

لیکن جس پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جائے اور برتنوں یا مشکوں وغیرہ میں ڈال دیا جائے تو اس میں محنت شامل ہو جاتی ہے اور اس کا حکم بدل جاتا ہے۔

فاذا استقی الماء من موضعه حتی یصیر فی الآنیه والا وعیة فحکمه غیر هذا'(92)

(ترجمہ): پس جب پانی اپنی جگہ سے لے کر برتنوں میں ڈالا جائے تو اس کا حکم دوسرا ہوتا ہے۔لہٰذا ایسا پانی اگر زائد بھی ہے تو اس کا روکنا ماسوائے پینے کے جائز ہے۔

فصل نمبر۴: پانی کو ذاتی ملکیت میں بدلنے کے لئے حکومت کا عمل دخل:

پانی میں ذاتی ملکیت، اس میں تصرف کا حق اور حق کی بنیاد بیان کرنے کے بعد یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ کیا پانی کو ذاتی ملکیت میں بدلنے میں حکومت عمل دخل دے سکتی ہے؟

بنیادی طور پر پانی ان اشیاء میں سے ہے جن کو اسلام نے اپنے نظام میں ہمیشہ کے لیے عام فائدہ کے لیے مباح قرار دیا ہے اور اس لیے اپنے مقام وقوع میں وہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں بنتی ہیں بلکہ ہر فرد کو اس سے یکساں طور پر فائدہ لینے کا حق ہے اور ان میں سے وہ اسی مقدار کا مالک سمجھا جاتا ہے جس قدر اس نے اپنی ضرورت کے لئے حاصل کر لیا ہے اور جس نے بھی پہل کیا وہ زیادہ حق دار ہے جس کی تفصیل گزر چکی ہیں

اب سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر شخص کو حق ہے کہ جتنا چاہے اپنے وسائل کی بدولت عام پانی سے لے لے چاہے اس سے دوسروں کو نقصان بھی ہو؟ اس طرح اگر ایک وقت میں ایک ہی جگہ سے دو یا دو سے زیادہ افراد نہر نکالنا چاہتے ہوں اور وہ ممکن نہ ہو تو ان حالات میں حکومت کو مداخلت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور اگر ہے تو اسے کیا کرنا چاہئے؟

مولانا حفظ الرحمٰن سوھاروی ؒ نے زیر زمین کانوں کے متعلق اپنی کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' میں لکھا ہے کہ یہ دراصل مفاد عام کے لیے ہیں۔اور قدرت نے اپنی عطاو بخشش کو عام انسانوں کی مشترک فلاح کے لیے پیدا کیا ہے۔لہٰذا اصل کے اعتبار سے ان کو خلافت کی اصطلاحی ملکیت میں ہونا چاہئے۔اور عوام کے نمائندہ ہونے کی حیثیت سے خلیفہ اور اس کی مجلس شوریٰ عوام کی جانب سے مفاد عام کے لیے ان میں تصرف کے مجاز ہیں۔اور اسلام ان کے متعلق کسی فرد یا مخصوص جماعت کی ایسی ملکیت یا اجارہ داری کو پسند نہیں کرتا جس کی بدولت یہ مفاد عام کے خلاف متعلقہ افراد کے مذموم سرمایہ داری کا آلہ کار بن سکیں۔(93)

یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ بھی موات میں کنواں کھودنے کے لیے امام ۱ حکومت کی اجازت شرط قرار دیتے ہیں لیکن صاحبین کے نزدیک یہ شرط نہیں۔(94) اور پانی کی حیثیت چونکہ زیر زمین کانوں جیسی ہے تو اگر ایسی صورت حال ہے کہ کوئی شخص وسائل کی بدولت اتنا پانی ذاتی ملکیت میں بدلتا ہے جس سے دوسرے لوگ متاثر ہوتے ہیں یا بیک وقت زیادہ افراد لینا چاہیں اور وہ ممکن نہ ہو یا

اس قسم کا کوئی اور جھگڑا ہو تو حکومت کے لیے جائز ہے کہ وہ مداخلت کر کے پانی کو صحیح طریقے سے استفادہ کرنے میں رہنمائی کرے۔
''اسماعیل البدوی نے اموال میں حکومت کی مداخلت میں لکھا ہے''

"یجوز للدولة ان تتدخل فی توجیه استثمار الاموال وحسن استعمالها ولما ان تنزعها من ید المهمل والمفسد"(95)

(ترجمہ): حکومت کے لیے جائز ہے کہ وہ اموال کو نفع پر لگانے اور اس کے اچھے استعمال میں مداخلت کرے اور اسے بے کار اور مفسد ہاتھوں سے نکالے اسی طرح حکومت کو چاہیے کہ جھگڑے اور نزاع کی صورت میں پانی سے استفادہ کرنے والوں کے درمیان صلح کرے اور ظلم وزیادتی اور نقصان روکے۔

"عمل الدولة ان تمنع التعدی والضرر وان تصلح بین المنتفعین عند الخصومة او التشاجر او النزاع و یجوز للدولة ان تتدخل فی تنظیم الانتفاع بالمرافق"(96)

(ترجمہ) اور حکومت کا کام ہے کہ وہ ظلم اور نقصان کو روکے اور جھگڑے اور نزاع کی صورت میں نفع لینے والوں کے درمیان صلح کرے اور حکومت کے لیے جائز ہے کہ وہ مرافق کی تنظیم میں بھی مداخلت کرے عوام پر بھی یہ واجب ہے کہ وہ حکومتی مداخلت کو تسلیم کریں اور حکومت اس سلسلے میں جو بھی حکم دے اسے مانیں کیونکہ اللہ تعالی کا واضح حکم ہے کہ۔

"یایها الذین آمنو ااطیعو الله واطیعو االرسول واولی الامر منکم"(97)

(ترجمہ): اے ایمان والوں اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔

حاصل بحث:

اس بحث میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ عام طور پر پانی مشترکہ ملکیت ہے اور محنت، قبضہ، انتقال وحرز، احیاء سے اسے ذاتی ملکیت میں بدلا جاسکتا ہے لیکن پانی کی ذاتی ملکیت میں تصرف کے لیے بھی یہ قیود ہیں کہ ذاتی ملکیت میں بدلتے وقت کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے، انسان وجانور کو پینے سے نہ روکا جائے اور ضرورت سے زائد پانی نہ روکا جائے اور اگر حکومت ضرورت محسوس کرے تو وہ مداخلت کر کے پانی کو صحیح طریقے سے استفادہ کرنے میں رہنمائی کرے اور نزاع وجھگڑا ختم کر کے انصاف کے تقاضے پورے کرے۔

پانی کو ذاتی ملکیت میں بدلنے کے اسباب اس کے استعمال کے طریقے اور حکومت کا عمل دخل بیان کرنے کے بعد پانی کی مشترکہ حیثیت اس سے انتفاع کا طریقہ اس کی تقسیم اور حکومت کا عمل دخل بیان کیا جائے گا۔

باب سوم: پانی بحیثیت مال مشترکہ اور اس کے احکام:

فصل اول: پانی بحیثیت مال مشترکہ

اسلامی تعلیمات کا اصل اصول یہ ہے کہ جو چیز بنیادی ضرورت کا درجہ رکھتی ہے اسے مال مشترکہ قرار دیا گیا ہے تو اب سوال

یہ ہے کہ پانی بھی چونکہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے تو کیا یہ بھی مال مشترکہ ہے۔
فقہاء کی مباحث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی ملکیت کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)مشترکہ ملکیت (۲) ذاتی ملکیت

گزشتہ باب میں ذاتی ملکیت پر بحث ہوئی اس باب میں پانی کی مشترکہ ملکیت پر بحث کریں گے۔لیکن پہلے مشترکہ ملکیت کی وضاحت ضروری ہے۔مشترکہ ملکیت وہ ملکیت ہے جو دو یا دو سے زیادہ افراد کے لیے،اسباب ملکیت میں سے ایک سبب کی بنیاد پر مختص ہو۔مثلاً خرید،ھبہ،وصیت،میراث یا اختلاط مال وغیرہ۔(98)

جہاں تک پانی کی ملکیت کا تعلق ہے تو وہ عام طور کسی کی ملکیت نہیں ہے اور یہی وجہ ہے جیسا کہ گزشتہ باب میں ذکر ہوا۔(99) اس کے نزول کی نسبت اللہ تعالی نے اپنی طرف فرمائی ہے۔اللہ تعالی یہ واضح فرماتا ہے کہ پانی اللہ تعالی کا نازل کردہ ہے لہذا یہ کسی کی ذاتی ملکیت نہیں۔ہم گزشتہ باب میں دیکھ چکے ہیں کہ حضورؐ نے دوٹوک الفاظ میں پانی کو تمام مسلمانوں بلکہ انسانوں کے لیے مشترکہ قرار دیا ہے۔(۹۹) مذکورہ بالا آیات واحادیث سے یہ بات واضح ہے کہ پانی مشترکہ ملکیت ہے اور اس میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں اور جس کسی نے بھی اس کی طرف پہل کیا وہ زیادہ حق دار ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا۔

"من سبق الی مالم یسبق الیه فهو احق"

(ترجمہ) جس نے اس چیز کی طرف پہل کیا جس کی طرف دوسرے نے نہ کیا ہو تو وہ زیادہ حقدار ہے۔

لہذا مشترکہ پانی میں سے جب چاہے اور جتنا چاہے استعمال میں لا سکتا ہے۔اسے مباح کا نام بھی دیا گیا ہے کیونکہ سے مشترکہ قرار دے کر حضورؐ نے اسے تمام لوگوں کے لیے مباح کیا ہے۔

"فاول ما اباحه رسول الله للناس كافة وجعلهم فيه اسوة وهو الماء والكلا والنار"(100)

(ترجمہ) پس سب سے پہلے جس کو رسول اللہؐ نے تمام لوگوں کے لیے مباح قرار دیا اور لوگوں اس میں برابر مستحق ٹھہرایا وہ پانی،گھاس اور آگ ہے۔

چونکہ حضورؐ نے تین اشیاء(پانی،چارہ،آگ) میں اباحت کے طریقے سے شرکتہ عامۃ قرار دیا ہے۔لہذا کسی کو جائز نہیں کہ دوسرے کو روکے۔علامہ سرخسیؒ نے اسے ذیل کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

"ان صاحب الشرع عليه الصلاة والسلام اثبت بين الناس فی هذه الاشياء الثلاثة شركة عامة بطريق الاباحة فلا ينبغی لا حد ان يمنع احد ا مما جعله الشرع حقاله"(101)

(ترجمہ) کہ حضورؐ نے ان تین اشیاء کو لوگوں کے درمیان اباحت کے طریقے سے مشترک ٹھہرائے ہیں پس کسی کو یہ جائز نہیں

کہ کوئی کسی کو ایسی چیز سے روکے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کا حق ٹھہرایا ہے۔ مشترکہ پانی وہ ہے جو کسی کی ذاتی ملکیت میں نہ بدلا گیا ہو جس کی تفصیل پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔ لہذا مشترکہ پانی مندرجہ ذیل ہے۔

(۱) زمین کے نیچے جاری پانی۔

(۲) عام کنویں جو عام فائدے کے لیے کھودے گئے ہوں نہ کہ کسی خاص شخص کے ذاتی مقصد کے لیے۔

(۳) سمندر اور بڑے دریا مثلاً نیل، فرات وغیرہ۔(102)

پانی کو مشترکہ ملکیت قرار دینے کے ساتھ ساتھ اسلام نے اس سے انتفاع کا طریقہ بھی بتایا ہے لہذا اگلی فصل میں اس پر بحث کی جاتی ہے۔

فصل دوم:

مشترکہ پانی سے انتفاع کا طریقہ:

مشترکہ پانی کی حیثیت اور اس کے اقسام بیان کرنے کے بعد اس سے انتفاع کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے۔

اس کے لیے فقہا نے ایک بنیادی اور اصولی شرط رکھی ہے کہ مشترکہ پانی کا استعمال کرتے وقت مصلحۃ عامۃ کو نقصان نہ پہنچے۔ اور اگر نقصان پہنچتا ہے تو اسے یہ حق استعمال نہیں کرنا چاہیئے۔ شرح المجلۃ میں اسے ان الفاظ بیان کیا گیا ہے۔

"یجوز لکل واحد الانتفاع بالمباح لکنه یشترط ان لا یضر بالعامة". (103)

(ترجمہ): ہر فرد کے لئے مباح سے فائدہ لینا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ عام لوگوں کو نقصان نہ پہنچے۔

اگر اس انتفاع سے دوسرے لوگوں یا دریا کو نقصان ہو تو اس روکا جائے گا۔

- فکان الناس فیها کلهم علی السواء فکان کل واحد بسبیل من الانتفاع لکن بشریطة عدم الضرر بالنهر فلکل واحد من المسلمین منعه لما بیناانه حق لعامة المسلمین واباحة التصرف فی حقهم مشروطة انتفاء الضرر."(104)

(ترجمہ): پس اس میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں اور ہر ایک کو انتفاع کا حق ہے لیکن یہ شرط ہے کہ دریا کو نقصان نہ ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو ہر شخص اس کو اسے روکنے کا حق ہے کیونکہ یہ عام مسلمانوں کا حق ہے اور اس میں تصرف کی اباحت عدم الضرر سے مشروط ہے جس کی تفصیل دوسرے باب کی دوسری فصل میں گزر چکی ہے۔

فصل سوم:

مشترکہ پانی کی تقسیم کا طریقہ:

اسلام نے انتفاع کا طریقہ بتانے کے ساتھ پانی کی تقسیم کے اصول بھی دیئے ہیں کیونکہ بعض اوقات دوسرے تمام لوگوں کو یا دریا کو نقصان نہیں پہنچتا لیکن آپس میں پانی کے استعمال پر جھگڑے اور نزاع کا اندیشہ ہوتا ہے۔
یہ ایسے اصول ہیں جن پر حضورؐ کی بعثت کے وقت لوگ عمل پیرا تھے تو حضورؐ نے انہیں جاری رہنے دیا اور آج تک اس پر بغیر کسی اختلاف کے عمل جاری ہے۔(105) چونکہ مشترکہ پانی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں اس لیے اس کے قواعد بھی اس کی مناسبت سے بیان کرنا ضروری ہے۔

اگر دریا چھوٹا ہو اور اس سے زمین کی سیرابی اس وقت تک ممکن نہ ہو جب تک اسے بند کے ذریعے روکا نہ جائے تو اس صورت میں اگر زمین ہموار ہو تو جو کوئی نہر کے شروع (بالائی حصے) میں ہو وہ سیرابی شروع کرے اور پانی کو اس وقت تک روکے رکھے جب تک اس کی زمین میں ٹخنوں تک پانی نہ پہنچ جائے۔ پھر اس کے بعد والے کو باری دے۔ یہاں تک کہ ساری زمینیں سیراب ہو جائیں۔

"ان کان النھر صغیرا لا یمکن سقی الارض منہ الا ان یحبسہ،فان کانت الار ض متساویۃ بدا فی اول النھر فیحبس الماء حتی یسقی آرضہ،الی ان یبلغ الماء الی ا لکعب ثم یر سلہ الی من یلیہ وعلی ھذاان تنتھی الارض"(106)

(ترجمہ): اگر دریا چھوٹا ہو اور اس سے سیرابی اس وقت تک ممکن نہ ہو جب تک اسے روک نہ لیا جائے تو اگر زمین ہموار ہو تو نہر کے بالائی حصے والا آبپاشی شروع کرے اور پانی اس وقت تک روکے جبکہ اس کی زمین سیراب ہو جائے اور اس میں پانی ٹخنے تک پہنچ جائے پھر دوسرے کے لیے چھوڑے اور اسی طرح سے تمام اراضی سیراب ہو جائیں۔
جس کی بنیاد حضورؐ کی وہ حدیث ہے جو آپؐ نے ایک فیصلہ کرتے ہوئے حضرت زبیرؓ سے فرمایا۔

" اسق یاز بیر ثم ارسل الی جارک"

جس پر حضرت زبیرؓ کے حریف انصاری نے کہا کہ اس لئے کہ یہ آپ کا چچازاد بھائی ہے تو آپؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہوا اور فرمایا۔

'اسق ثم احبس حتی یرجع الماء الی الجدر"(107)

(ترجمہ) سیراب کرتی کہ پانی دیوار کی جڑ تک پہنچے اور یہ مقدار ٹخنوں تک تھی۔ آپؐ کا پہلا فرمان امر بالمعروف تھا جب کہ دوسرا حضرات زبیرؓ کا پورا حق تھا۔(108)
اسی طرح یحییٰؒ، مالکؒ سے جو کہ عنداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمر بن حرم کا حوالہ دیتے ہوئے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ

مہروز اور مذینب کی نہروں کے متعلق فرمایا۔

"یمسک حتی الکعبین ثم یرسل الا علی علی الاسفل."(109)

(ترجمہ): اوپر والا ٹخنوں تک پانی روکے پھر اسے نیچے والے کے لیے چھوڑ دے۔

جمہور فقہاء کے نزدیک یہی حکم ہے جو اوپر بیان کیا گیا جب کہ ماوردی نے کہا ہے کہ یہ ہر زمان ومکان کے لیے عام نہیں بلکہ ضرورت کے اعتبار سے مختلف ہے اور اگر زمین میں اونچ نیچ ہو تو اسے علیحدہ علیحدہ پانی دیا جائے یعنی گہری زمین سیراب کر کے پانی بند کی جائے پھر اونچی زمین سیراب کی جائے۔

"فان کان فی الارض ارتفاع وانخفاض افرد کل طرف بسقی"(110)

(ترجمہ) اگر زمین میں اونچ نیچ ہو تو زمین کے ہر حصے کو علیحدہ علیحدہ سیراب کیا جائے۔

اگر اوپر والے سے نیچے آنے والے یا بعد میں آنے والوں کے لیے پانی نہ بچے تو باقی کے لیے کچھ نہیں۔ ابن قدامہ نے اسے ذیل کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

'فان لم یفضل عن الاول شیي او عن الثانی او عمن یلیهم فلا شیئی للباقین لا نه لیس لهم الامافضل فهم کالعصبة فی المیراث وهذا قول فقهاء المدینه ومالک وشافعی ولانعلم فیه مخالفا"(111)

(ترجمہ): پس اگر پہلے یا اس کے بعد آنے والوں سے پانی نہ بچے تو آخر میں رہنے والوں کے لیے کچھ نہیں کیونکہ ان کے لیے اوپر والوں سے فالتو پانی کے علاوہ کچھ نہیں جیسا کہ میراث میں عصبہ، فقہاء، مالک اور شافعی کا قول ہے اور اس کی مخالفت ہمیں معلوم نہیں ہوئی۔

اگر دو یا دو سے زیادہ اشخص کا نہر سے فاصلہ برابر ہو تو اگر ممکن ہو تو آپس میں زمین کی مقدار کے مطابق پانی تقسیم کریں اور اگر تقسیم ممکن نہ ہو تو قرعہ اندازی کریں۔ اگر پانی کم ہو اور صرف ایک کے لیے کافی ہوتا ہے تو پہلے قرعہ جیتنے والا اپنے حق کے مطابق زمین سیراب کرے اور پھر دوسرے کے لیے چھوڑ دے تمام پانی استعمال نہ کرے۔ کیونکہ دوسرا اس پانی میں برابر کا حق دار ہے قرعہ صرف باری لینے کے لیے ہے۔(112)

اگر کسی جماعت کے درمیان کوئی چشمہ یا نہر اس شرط پر مشترک ہو کہ وہ برابر خرچ کریں گے تو وہ پانی میں برابر کے حق دار ہوں گے اور ایک جتنا استفادہ کریں گے اور اگر ایک دوسرے سے زیادہ پیسہ خرچ کریں گے تو وہ اپنے خرچ کردہ رقم کے مطابق استفادہ کریں گے۔(113)

فصل چہارم: مشترکہ پانی میں حکومت کا عمل دخل

مشترکہ پانی کی تقسیم کے اصول بیان کرنے کے بعد یہ مسئلہ حل کرنا ضروری ہے کہ اگر لوگ اس کی تقسیم پر خود اتفاق نہیں کر

سکتے یا اس پانی کے استعمال سے مفاد عامہ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو تو حکومت کا کیا عمل دخل ہو گا۔

چونکہ مشترکہ پانی نہ تو کسی فرد کی ملکیت ہوتا ہے اور نہ ہی حکومت کا بلکہ اسے عام ملکیت کہا جاتا ہے اس میں تمام لوگ شریک ہوتے ہیں جس کی نہ تو فروخت جائز ہے اور نہ ھبہ کیونکہ یہ مفاد عامہ کے لیے وقف ہوتا ہے۔(114) لیکن اگر اس پانی سے فائدہ اٹھانے میں کسی کو نقصان ہو تو اس حد تک ذاتی مفاد کا خیال رکھا جائے گا کہ مفاد عامہ کو قربان نہ کرنا پڑے۔اور اگر شخص اور اجتماعی مفاد باہم متصادم ہیں تو اس صورت میں اجتماعی مفاد کو ترجیح دی جائے گی اور ہر شخص کی ذاتی مفاد کا ایک حد تک خیال رکھا جاتا ہے کیونکہ فقہی قاعدہ ہے کہ۔

"یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام"(115)

(ترجمہ): عام نقصان سے بچنے کے لئے ذاتی نقصان کو برداشت کیا جاتا ہے۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان مفادات اور نقصانات کی نگرانی کون کرے گا؟ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔کہ وہ عدل وانصاف قائم کرے۔اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

"ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان "(116)

(ترجمہ): بے شک اللہ تعالی عدل واحسان کا حکم دیتا ہے۔ایک اور جگہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

"واذا قلتم فاعدلوا" (117)

(ترجمہ)"اور جب بات کہو تو حق کی کہو"

عدل وانصاف ایک حد تک تو محکوم لوگ قائم کر سکتے ہیں لیکن جب معاملہ ان کی حدود سے نکلے تو حکومت کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔ابن جماعۃ نے حکومت پر عوام کے حقوق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

" فیجب علی من حکمہ اللہ تعالی فی عبادہ و ملکہ شیئا من بلادہ ان یجعل العدل اصل اعتمادہ و قاعدہ استنادہ ، لمافیہ من مصالح العبادو عمارۃ البلاد"(118)

(ترجمہ): پس جس کو اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں حاکم بنایا اور اپنے ملک میں سے کسی چیز کا مالک بنایا اس پر لازم ہے کہ انصاف قائم کرے جس میں بندوں کی مصلحت ہو اور ملک کی تعمیر ہو۔

چونکہ عدل وانصاف کا تقاضہ یہی ہے کہ ہر چیز کا مناسب ومعقول استعمال ہو اس لیے حاکم کو چاہیے کہ وہ اس مشترکہ پانی کے مناسب استعمال کی نگرانی کرے اور خلاف ورزی کرنے والے کو روکے۔اس طرح اگر پانی کے اسمال پر کوئی نزاع اور جھگڑا ہے تو حکومت فیصلہ کر کے ظالم کو روکے اور مظلوم کو اس کا حق دے۔امام بدرالدین ابن جماعۃ نے عوام کے حقوق کے بارے میں اپنی کتاب تحریر الاحکام میں لکھا ہے۔

"الحق الرابع :فصل القضایا والا حکام بتقلید الولاۃ والحکام لقطع المنازعات بین الخصوم ،وکف المظالم

عن المظلوم.''(119)

(ترجمہ): چوتھا حق ولی اور حکام کی تقرری سے جھگڑے ختم کرنے کے لیے فیصلے کرنا اور ظالم کو مظلوم پر ظلم سے روکنا ہے۔

لہذا یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ حالات و مقامات کے لحاظ سے اس بات کو حکومت ہی بہتر سمجھ سکتی ہے کہ کونسی صورت اختیار کرنے میں حقوق کی پامالی نہ ہوگی اور ہر شخص کو بقدر کفایت پانی مل جائے گا۔ اس لیے پانی کی تقسیم اور حاجت و مقدار وغیرہ کے تعین کا معاملہ وہی طے کر سکتی ہے۔

حاصل بحث:

اس بحث میں یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ پانی مشترکہ ملکیت ہے کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے۔ اس میں تمام لوگ شریک ہیں لیکن اسے ایسے طریقے سے استعمال کیا جائے کہ دوسروں کو نقصان نہ ہو اور نزاع و جھگڑے کا سبب نہ بنے۔ اگر نقصان یا جھگڑے یا احتمال ہو تو حکومت کو چاہیے کہ مداخلت کر کے مشترکہ پانی سے انتفاع اور اس کی تقسیم کے صحیح طریقے کو یقینی بنائے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں۔

نوٹ:۔ اگلے باب میں آبپاشی کی منصوبہ بندی، اقدامات، ذرائع اور طریقہ کار پر بحث کیا جاتا ہے۔

باب چہارم: آبپاشی

فصل اول: آبپاشی کی تعریف اور اس کی ضرورت واہمیت

گزشتہ ابواب میں ذاتی ملکیت، پانی کی ذاتی ملکیت، مشترکہ ملکیت اور اس کے متعلق شرعی احکامات کی وضاحت کی گئی۔ اس باب میں پانی کے استعمال یعنی آبپاشی پر بحث ہوگی اس لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے آبپاشی کی تعریف بیان کی جائے۔

''Irregation is the artificial application of water to land'(120)

ترجمہ: آبپاشی، زمیں کو مصنوعی طریقے سے پانی دینے کو کہتے ہیں۔ کرنل ڈبلیو ایم نے اپنی کتاب ''آبپاشی'' میں بھی اس قسم کی تعریف کی ہے۔

''زرعی زمین کو مصنوعی طریقے سے سیراب کرنے کا عمل آبپاشی کہلاتا ہے''(121)

ان تعریفوں کی روشنی میں آبپاشی وہ عمل ہے جس کے ذریعے سے زرعی زمین کو پانی دیا جائے۔ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ محنت کر کے پانی کنواؤں، نہروں، تالابوں اور مشینی کنوؤں سے زمین تک لے جانے کی کیا ضرورت ہے کیا اس کے بغیر چارہ نہیں؟ اس سوال کا جواب آئندہ سطور میں آئے گا۔

آبپاشی کی ضرورت واہمیت:

آبپاشی کے بغیر کوئی پودا اور فصل نہیں اُگ سکتی۔ کیونکہ پودے اپنی خوراک ضیائی تالیف (photosynthesis) کے عمل سے تیار

کرتے ہیں جس کے لیے وہ ہوا سے کاربن ڈائی آکسائیڈ اور زمین سے پانی اور نمکیات لیتے ہیں۔ پھر سورج کی روشنی کی موجودگی میں سبز مادے (chlorophyl) کی مدد سے خوراک تیار کرتے ہیں۔(122)

قرآن مجید میں بھی آبپاشی کو فصل پیدا کرنے کے لیے ضروری سمجھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"اولم یروا انا نسوق الماء الی الارض الجرز فنخروج به زرعاتأكل منه انعامهم وانفسهم"(123)

(ترجمہ) کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو ایک چٹیل زمین کی طرف ہانک دیتے ہیں۔ پھر اس سے فصل نکالتے ہیں کہ اس میں سے ان کے چوپائے کھاتے ہیں اور وہ خود بھی، پھر کیا وہ دیکھتے نہیں؟

درج بالا سائنسی اور قرآنی بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی زمین سے فصل نکالنے کے لئے آبپاشی بہت ضروری ہے۔ آبپاشی کی تعریف اور اس کی اہمیت بیان کرنے کے بعد آبپاشی کی منصوبہ بندی کی طرف آتے ہیں کہ وہ کیا ہوتی ہے؟ اور اسلام میں اس کا کیا تصور ہے؟

فصل دوم: منصوبہ بندی۔

کسی بھی منظم کام کے لئے سوچنا اور اس کے لئے طریقہ کار طے کرنا ہوتا ہے جسے منصوبہ بندی کا نام دیا جاتا ہے۔ اسی طرح آبپاشی کے لیے عملی اقدامات کرنے سے پہلے یہ دیکھا جاتا ہے کہ پانی کے ذرائع کیا ہیں اور انہیں کس طرح سے بروئے کار لاکر زرعی زمین کی ضرورت پوری کی جاسکتی ہیں اس عمل کو منصوبہ بندی کہا جاتا ہے۔

منصوبہ بندی کی مختلف علماء نے مندرجہ ذیل طریقوں سے تعریف کی ہے۔

Planning is the exercise of intelligence to deal with facts and situation as they are and find a way to solve problems. (Jawahar lal Nehru) (124)

(ترجمہ) منصوبہ بندی حقائق اور حالات کو طے کرنے کے لیے ذہانت کا استعمال ہے جیسے کہ وہ ہیں اور مسائل کے حل کا راستہ تلاش کرنا ہے۔

(If we could first know where we are,and whither we are tending,we couldjudgewhattodoandhowtodo.(AbrahamLincoin) (125)

(ترجمہ) اگر ہم پہلے جان سکیں کہ ہم کہاں ہیں کہاں جانے کی طرف مائل ہیں تو ہم یہ فیصلہ کرسکتے ہیں، کہ کیا کیا جائے؟ اور کیسے کیا جائے؟

(To plan is to act with a purpose or choose and choice is the essence of economic activity.(Prof Pobbins)(126)

(ترجمہ) منصوبہ بندی کسی خاص مقصد کے لیے عمل کا نام ہے۔ یا معاشی کارکردگی کا نچوڑ بہتر چناؤ اور انتخاب ہے۔

ان تعریفات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ منصوبہ بندی سے مراد یہ ہے کہ وسائل، ذرائع اور اپنی ضروریات کا جائزہ لے کر

ان مسائل کا حل تیار کیا جائے۔ چنانچہ آبپاشی کی منصوبہ بندی کا بھی یہی مطلب ہوگا کہ یہ دیکھا جائے کہ موجودہ وسائل کیا ہے؟ زرعی زمین کتنی ہے جس کو پانی دینا ہے ہے؟ پھر ان دونوں چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے غور وفکر کیا جائے کہ کس طریقے سے ان وسائل کو بروئے کار لایا جائے کہ زرعی زمین کی آبپاشی کی ضرورت پوری ہو جائیں۔

لہٰذا آیئے یہ دیکھتے ہیں کہ عہد اسلام میں یا اس سے پہلے (جو عہد اسلام میں برقرار رہے) پانی کے کیا ذرائع تھے؟ جن کو مدنظر رکھتے ہوئے آبپاشی کی ضرورت حل کرنے پر غور کیا گیا اور پھر احکامات صادر کیے گئے۔

فصل سوم: آبپاشی کے ذرائع

اس فصل میں ذرائع بیان کیے جاتے ہیں جو عہد اسلام میں موجود تھے یا اس سے پہلے تھے اور عہد اسلام میں برقرار رہے جن کو ذہین میں رکھتے ہوئے آبپاشی کی منصوبہ بندی کی جاتی تھی۔

عرب ممالک میں پہاڑوں کا جال ہے جو جا بجا بے آب وگیاہ صحراء ہیں یہی وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے وادی غیر ذی زرع کے نام سے پکارا ہے حقیقی دریا کا وجود نہیں ہے عموما پہاڑوں کے چشموں، وادیوں کے تالابوں، وادیوں سے نکلے ہوئے نالوں اور میدانوں کے کنواؤں پر گزر ہے۔ (127) البتہ فتوحات کے بعد حضرت عمرؓ نے ان مفتوحہ علاقوں میں نہریں جاری کیں اور بند باندھنے، تالاب تیار کرانے، پانی کی تقسیم کرنے کے دہانے بنانے، نہروں کے شعبے نکالنے اور اس قسم کے کاموں کا ایک بڑا محکمہ قائم کیا۔ (128)

درج بالا ذرائع میں سے بعض کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

وادیاں اور ان کے نالے:

مدینہ منورہ کے گردونواح میں شاداب وادیاں تھیں جو سیلاب کے دنوں میں انی سے لبریز ہوتی تھیں ان میں سے مشہور ''وادی عقیق'' تھی اس وادی میں پانی وافر مقدار میں رہتا جو سیرابی کے کام آتا۔ (129)

شراج (نالیاں) مسحاۃ (پھاوڑوں) کا استعمال:

کھیتوں اور باغوں تک پانی لے جانے کے لیے نالیوں اور پھاوڑوں کا استعمال کیا جاتا تھا اس کا اندازہ، حضورؐ کے اس فیصلے سے بھی لگایا جا سکتا ہے جو آپؐ نے ایک انصاری اور حضرت زبیرؓ کے درمیان فرمایا تھا۔ کہ وادیوں اور نالیوں کا پانی آبپاشی کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ آپؐ نے فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''اسق یا زبیر ثم اجس الماء حتی یرجع الی الجدر'' (130)

(ترجمہ): اے زبیرؓ اپنے کھیت کو پانی دو اور اسے اس وقت تک روکو کہ پانی دیوار کی جڑوں تک پہنچ جائے۔

اس طرح آپؐ نے وادی مہروز اور مذینب کے پانی پر جھگڑے کا فیصلہ کرتے ہوئے پانی ٹخنوں تک پہنچنے کے بعد چھوڑنے کا

حکم فرمایا۔(131)

چشمے:

عجب قدرت الٰہی ہے کہ عرب کے پہاڑوں سے ہمیشہ چشمے جاری رہتے ہیں۔جن سے دامن کوہ اور وادیاں سیراب ہوتی تھیں کبھی کبھی یہی چشمے پھیل کر تھوڑی دور تک ایک مصنوعی دریا کی شکل اختیار کرتے تھے۔(132)

لہٰذا اس وقت کے بعض چشموں کا ذکر درج ذیل ہے۔

(۱) **عین ابی نیزر:** یہ حضرات علیؓ کے غلام مسمی ابی نیزر کی طرف منسوب ہے۔(133)

(۲) **عین التمر** :التمر کوفہ کے مغرب میں انبار کے قریب ایک شہر ہے جس کے نزدیک ایک دوسری جگہ شفاث ہے ان دونوں علاقوں سے دوسرے تمام شہروں کو کھجور بھیجی جاتی تھی۔یہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں خالد بن ولید کے ہاتھوں ۱۲ھ میں فتح ہوا تھا ۔اور یہ چشمہ شہر میں تھا۔(134)

ڈیم:

عرب کی زرعی زندگی کا دارومدار ان پہاڑی چشموں پر ہے جو بہہ بہہ کر وادیوں میں پھیل جاتے ہیں۔جو ریگستان میں خشک ہوجاتے یا سمندر میں گر جاتے ہیں۔ان وجوہ سے قدیم عرب بند تعمیر کیا کرتے تھے جن کو عربی زبان میں "سد" کہتے ہیں۔عرب کا مشہور ترین ڈیم "سد مارب" ہے۔جس کو "سد عرم" بھی کہتے ہیں۔جو کہ ڈیڑھ ہزار سال سے منہدم ہے۔(135)

قرآن مجید میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"فارسلنا علیھم سیل العرم"(136)

(ترجمہ): تو ہم نے ان پر عرم کا سیلاب چھوڑ دیا۔

اس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ شہر مارب کے جنوب میں دو پہاڑوں "کوہ ابلق" کے درمیان میں سے پانی آتا تھا اور بارش وغیرہ کا پانی جمع ہوتا تھا جہاں ملک یمن کی قوم سباء آباد تھی۔تو وہاں کے حکام نے تقریبا ۸۰۰ ق م میں ۱۵۰ فٹ لمبی او ۵۰ فٹ چوڑی دیوار کے ذریعے مارب میں ایک بڑا مضبوط ڈیم تعمیر کائی جو کہ ملک یمن میں اس کے دارالحکومت "صنعاء" سے تین منزل کے فاصلے پر تھا۔ جس میں پانی کا بڑا ذخیرہ جمع ہوتا تھا۔(137) جس سے پانی تقسیم ہوکر زمینوں چپ وراست کی زمینوں کو سیراب کرتا۔جس کی بدولت اس ملک کے اندر ۳۰۰ مربع میل تک بہشت زار تیار ہوگئی تھی۔(138)

یہ لوگ پر نعیم زندگی گزارتے تھے۔وسیع رزق زیادہ فصلوں اور پھلوں کی بدولت بہت خوشحال تھے۔اللہ تعالی نے ا

ڈیم کی تباہی

ان کی طرف انبیاء مبعوث فرما کر حکم دیا کہ اس کے رزق سے کھائیں اور توحید کا اقرار اور اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہوئے اس کا شکر یہ ادا کریں۔ شروع میں لوگ بڑے فرمانبردار تھے لیکن بعد میں اللہ کی اطاعت سے منہ موڑ لیا۔ تو اللہ تعالی نے سزا دینے کا ارادہ کیا۔(139) اور پانی کے اس عظیم الشان بند پر اندھے چوہے مسلط کر دیے جنھوں نے اس کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا اور کمزور کر دیا جب دباؤ، بارش اور سیلاب کا وقت آیا تو پانی کے دباؤ نے اس کمزور بنیاد کو توڑ دیا۔ آخر کار بند کے پیچھے جمع شدہ پانی اس پوری وادی میں پھیل گیا اور شہر مارب کے تمام مکانات منہدم اور درخت تباہ ہو گئے (140) اس بند کا ایک تہائی حصہ اب بھی باقی ہے۔(141)

مملکت سبا میں اس قسم کے سینکڑوں بند تھے (142) یمن میں حران کے پاس ہارس (W.B.Harius) نے ایک اور بند دیکھا ہے جس کا طول ۱۲۰ گز ہے اور اس کے اوپر تین بڑے حوض بنے ہیں۔(143)

کنویں:

کنویں بھی آب رسانی کے لیے استعمال ہوتے تھے جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) بئر رومه:

یہ وہ کنواں ہے جس سے مزینہ قبیلے کا ایک شخص اجرت لے کر پانی دیا کرتا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔

"فمن يشترى بئرر ومه فيكون دلوه لدلاء المسلمين"(144)

جسے حضرت عثمانؓ نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا۔

﴿۲﴾ بئر معونه:

اسی طرح بئر معونہ ابلی کے پہاڑوں میں مصعد کے راستے میں مدینہ اور مکہ کے در میں واقع ہے۔

﴿۳﴾ بئرا بی عنبه:

یہ مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر واقع تھا(145)۔

﴿۴﴾ بئرابی موسی الاشعری:

یہ کنواں ابھی تک باب شعب ابی دب پر حجون میں قائم ہے۔(146)

اس کے علاوہ مختلف ناموں سے منسوب دوسرے کنویں موجود تھے جن میں بعض آبپاشی کے لیے استعمال ہوتے تھے اور بعض پینے کے لیے۔ ذیل کے سطور میں وہ کنویں بیان کیے جاتے ہیں جن کا پانی حضورؐ استعمال فرماتے تھے ﴿۱﴾ **بئر بضاعة** ﴿۲﴾ **بئرغرس** ﴿۳﴾

بئر جب قصر بنی حدیلۃ الیوم (۴) بئرابی الھیثم (۵) بئر بنی امیۃ بن زید (۶) بئر مالک بن النضر۔(147)

ذرائع آب بیان کرنے کے بعد اگلی فصل میں آبپاشی کی منصوبہ بندی اور عملی اقدامات بیان کیے جاتے ہیں۔

فصل چہارم: آبپاشی کی منصوبہ بندی اور اقدامات

چونکہ آبپاشی کی منصوبہ بندی کی تعریفمیں بیاند کیا گیا کہ پانی کے وسائل کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی ضروریات پوری کرنے پر غور کرنا اور اس کا حل تلاش کرنا ہے لہذا ذرائع بیان کرنے کے بعد ہم یہ دیکھتے ہیں کہ عہد اسلام میں وسائل کو دیکھتے ہوئے آبپاشی کی ضرورت کا کیا حل تلاش کیا گیا۔

چونکہ آبپاشی ایک عام ضرورت ہے۔ جس کی تفصیل آبپاشی کی اہمیت، کی فصل میں گزر چکی ہے لہذا پانی کے وسائل سے ہر شخص اپنی ضرورت پوری کرنے کے لیے جتنا پانی لینا چاہے وہ لے سکتا ہے۔ یہی اسلام میں آبپاشی کی ایک مستقل منصوبہ بندی ہے۔ کیونکہ آپؐ نے فرمایا ہے۔

"المسلمون شرکاء فی ثلاث الماء والکلاء والنار وثمنہ حرام"(148)

(ترجمہ) مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں۔ پانی چارہ اور آگ اور اس کی قیمت حرام ہے۔"

بلکہ ایک حدیث میں "الناس" آیا ہے کہ تمام لوگ مسلمان اور کافر سارے شریک ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

تو پانی میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں اور جس کو جتنی ضرورت ہو وہ اس میں سے لے سکتا ہے لیکن ضرورت سے زیادہ پانی روکنا اس کے لیے جائز نہیں ہے کیونکہ آپؐ نے فالتو پانی کو روکنے سے منع فرمایا ہے۔

آپؐ نے فرمایا:

"لا یُمنع فضل الماء...."(149)

(ترجمہ): "فالتو پانی کو نہیں روکا جائے گا۔"

اسی طرح اس کی فروخت بھی جائز نہیں سوائے برتن اور مشک کے پانی جس کا روکنا اور فروخت کرنا جائز ہے"۔

فروخت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا ہے۔

"لا یباع فضل الماء"(150)

(ترجمہ): فالتو پانی فروخت نہیں کیا جائے گا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فالتو پانی سے کیا مراد ہے تو اس کی وضاحت ابوعبید نے اپنی "کتاب الاموال" میں کی ہے کہ پینے، جانوروں کو پلانے اور فصل سیراب کرنے کے بعد زائد پانی فالتو ہے۔ یہ مستقل منصوبہ بندی آپؐ نے اسلئے کی ہے اور اس پر زندگی

کا دارومدار ہے جس کی تفصیل پچھلے باب میں گزر چکی ہے۔ اور اسی ہی کے بارے آپؐ کے انصاری اور حضرت زبیرؓ، اور وادی مہزور، مذینب کے پانی کے متعلق فیصلے بیان ہو چکے ہیں۔ لیکن حضرت عمرؓ کے زمانے میں جب مزید علاقے فتح ہو کر اسلامی دائرہ حکومت میں داخل ہو گئے تو پانی کی ضروریات اور مسائل بھی بڑھ گئے جن کے حل کے لیے حضرت عمرؓ نے ایک مستقل محکمہ آبپاشی قائم کیا (151) اس محکمہ کا کام یہی ہوتا تھا کہ پانی کے متعلق مشکلات و مسائل و ضروریات پر غور و فکر کر کے وسائل کی روشنی میں ان کا حل تلاش کیا جائے جس کے بعد حضرت عمرؓ احکام صادر فرماتے۔ حضرت عمرؓ کی منصوبہ بندی برائے آبپاشی کی چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) نہر الاجانۃ یا نہر معقل:

اس کا پس منظر یہ ہے کہ احنف بن قیس حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور بصرہ میں پانی کی نایابی اور زراعت نہ ہونے کی شکایت کی آپؓ نے اس علاقے اور نزدیکی پانی پر غور و فکر فرماتے ہوئے منصوبہ بندی کی کہ وہاں سے نہر کھدوائی جائے تو یہ ضرورت پوری ہو سکتی ہے لہذا ابوموسی کو لکھا کہ وہ نہر کھدوائیں ابوموسی نے بصرہ تک نہر کھدوائی جسے نہر الاجانۃ کہتے ہیں۔ (152) واقدی کے نزدیک نہر معقل بھی اسی کو کہتے ہیں کیونکہ یہ نہر معقل بن سیار بن المزنی کے ہاتھ جاری کروائی گئی۔ یعنی حضرت عمرؓ نے اس کام کا متولی اسے مقرر کرنے کا حکم دیا تھا۔ (153)

(۲) نہر سعد:

جب سعد بن ابی وقاص نے انبار کا علاقہ فتح کیا تو اس کی دہقانوں نے درخواست کی کہ ان کے لئے نہر کھدوائی جائے تو انہوں نے لوگوں کو جمع کیا۔ اور ایک پہاڑ تک نہر کھدوائی جس میں سوراخ کرنا ناممکن تھا جسے انہوں نے چھوڑ دیا لیکن جب حجاج عراق کا گورنر بنا تو اس نے مکمل کروایا۔ اس کے علاوہ خورستان اور اہواز کے اضلاع میں جرز بن معاویہ نے حضرت عمرؓ کی اجازت سے بہت سی نہریں کھدوائیں جن کی وجہ سے بہت سی افتادہ زمینیں آباد ہو گئیں۔ اس طرح سینکڑوں نہریں تیار ہوئیں ان مثالوں سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ اسلام میں لوگوں کی پانی کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے حل تلاش کرنے کیلئے غور و فکر کیا جاتا ہے اور منصوبہ بندی کرنے کے بعد عملی اقدامات کیے جاتے ہیں۔

فصل پنجم: آبپاشی کا طریقہ کار

آبپاشی کی منصوبہ بندی کے بعد وہ طریقہ بیان کرنا ضروری ہے جس کے تحت آبپاشی کی جاتی ہے یعنی اس کے باری، ایام اور اوقات کس بنیاد پر مقرر کیے جاتے ہیں۔

باری مقرر کرنے کا جواز:

شریعت میں باری مقرر کرنے کا جواز اس وقت سے موجود ہے جب حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور عام لوگوں کے

درمیان اللہ تعالی نے باری مقرر کردی تھی۔اور فرمایا۔

"هذه ناقة لها شرب ولكم شرب يوم معلوم"(154)

(ترجمہ):یہ ایک اونٹنی ہے پانی پینے کے لیے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمھاری:۔

یہ باری اللہ تعالی نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور وہاں کے لوگوں کے درمیان مقرر فرمائی تھی یعنی پانی پینے کے لیے ایک باری اس اونٹنی کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمھاری یعنی تمھارے مویشیوں کی ہے۔(155)اس سلسلے میں کوئی ترجیحی سلوک کرنا یا تفریق کرنا جائز نہیں جس کے بارے میں اللہ تعالی نے فرمایا۔

"ونبئهم ان الماء قسمة بينهم كل شرب محتضر"(156)

(ترجمہ):اوران لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) ان میں [illegible] دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوگا۔

"قسمة" کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتی نے "تفسیر مظہری" [illegible] ہا ہے کہ پانی تقسیم کر دیا یا ایک دن قوم کے لیے ہے اور ایک دن اونٹنی کے لیے۔ ہر فریق اپنے اپنے نمبر پر پانی پینے آئے گا۔اونٹنی کی باری ہوگی تو وہ پانی پر آموجود ہوگی اور قوم والوں کی باری کا دن ہوگا تو وہ آموجود ہوں گے"احتضر"اور"حضر"دونوں ہم معنی ہیں۔اس کا مطلب انہوں نے مجاہد کے حوالے سے یہ بیان کیا ہے کہ جب اونٹنی پانی پر سے چلی جائے گی تو وہ لوگ پانی پر آموجود ہوں گے اور اونٹنی پانی پر آجائے گی تو [illegible] لوگ دودھ کے لیے آموجود ہوں گے۔(157)

الغرض باری مقرر کرنے کا تصور پہلے زمانے سے چلتا آرہا اور اسلام نے اسے برقرار رکھا ہے۔لیکن باری مقرر کرنے کی مشروعیت اور تفریق کے عدم جواز کے بعد معلوم یہ کرنا ہے کہ باری کس طرح سے اور کس بنیاد پر مقرر کیا جاتی ہیں۔اس کا ذکر اگلی فصل میں آئے گا۔

باری مقرر کرنے کا طریقہ کار

باری مقرر کرنے کا جواز بیان کرنے کے بعد اسلام میں باری مقرر کرنے کا طریقہ کار بیان کیا جاتا ہے۔اس کے متعلق اسلامی احکامات یہ ہیں کہ مشترکہ پانی میں سے اپنے حقوق کے مطابق دن اور رات یا اس سے کم یا زیادہ وقت متعلقہ افراد کو دیا جائے جس میں وہ اپنا حق سیرابی استعمال کرے۔اگر وہ دن کو تقسیم کرنا چاہے تو ایک کے لیے سورج طلوع ہونے سے لے کر زوال تک اور دوسرے کے لیے زوال سے غروب آفتاب تک کا وقت دیا جائے۔اگر وہ گھنٹوں کے حساب سے تقسیم کرنا چاہیں تو اس کے مطابق اوقات دیئے جائیں جسے علامہ ابن قدامہ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"وان قسمو انهر المشترک بالمهاياة جازاذاتداضوابه كان حق كل واحد منه معلومامثل ان يجعلو لكل حصة يوما وليلة أوأكثر من ذالک اواقل وان قسمو النهار فجعلو الواحد من طلوع الشمس الى وقت

الـزوال ولـلا خـر مـن الـزوال الى الغروب ونحو ذالـک جاز . وان قسموه ساعات وامكن ضبط ذلـک بشى معـلـوم كـطـاسـة مثقوبة تترک فى الماء و فيها علامات اذا انتهى الماء الى علامة كانت ساعة واذا انتهى الى الاخرى كانت ساعتين اوزجاجةفيهارمل ينزل من اعلاها الى أسفلها فى ساعة او ساعين ثم يقلبها فيعود الرمل الى الـمـوضـع الـذى كـان فيـه فـى مثـل ذلـک المقدار او بميزان .الشمس الذى تعرف به ساعات النهار او بمنازل القمر فى الليل و نحود ذالـک جاز.(158)

(ترجمہ)اوراگرمشترکہ نہر کا پانی باری مقرر کرنے سے تقسیم کرنے پر راضی ہوئے تو وہ جائز ہے۔اوران میں سے ہرایک کا حق معلوم ہومثلاً وہ ہرایک کے لیے ایک دن رات یااس سے زیادہ یا کم حصہ مقرر کریں۔اوراگران کوتقسیم کیااورایک شخص کے لیے طلوع شمس سے زال تک اوردوسرے کازوال سے غروب آفتاب تک وقت مقرر کریں تو بھی جائز ہے۔یا گھنٹے تقسیم کرنا چاہیں اوران کا طریقہ کارطے کرناممکن ہومثلاً پانی میں سوراخ دار برتن رکھا جائے اوراس میں نشانات ہوں کہ اس میں اس علامت تک پانی پہنچ جائے تو ایک گھنٹہ ہوجائے گا اور جب دوسری نشانی تک پہنچ جائے تو دو گھنٹے ہو جائیں یا کوئی بوتل ہو جس میں ریت نیچے آرہا ہو جو ایک گھنٹہ یا دو گھنٹوں میں نیچے تک پہنچتا ہو پھراسے الٹا کیا جائے تو ریت واپس چلی جاتی ہے۔یا سورج سے گھنٹوں کا تعین کیا جائے یارات کو چاند کی منزلوں سے اوراس طرح دوسری چیزوں سے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مشترکہ نہر میں جاری پانی کونہر ہی میں تقسیم کیا جائے اور ایک ہی وقت میں مختلف حصہ داروں کا اپنا حصہ دیا جائے۔

اس کی ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں طریقہ کاریوں بیان کیا ہے۔

"والـقـسـم الـثـانـى ان يـقـتـسـمـو افـم النهر عرضا بخشبة تاخذجانبى النهر و يقسم فيها حفور مقدره بـحـقـوقـهـم مـن الـمـاء يـدخـل فى حفرة منها قدر استحقه ،صاحبها من خمس او عشروياخذ،الى ارضه على الأدوار"(159)

(ترجمہ): اور دوسری قسم یہ ہے کہ نہر کے منہ کولکڑی کے تختے سے اس طرح بند کیا جائے کہ تختہ نہر کے دونوں کناروں تک پہنچ سکے پھراس میں ان کے حصوں کے مطابق سوراخ کیے جائیں تا کہ ان میں ان شرکاء کے لیے اپنے حصے کے مطابق پانی داخل ہوخواہ وہ پانچواں حصہ ہو یادسواں اوروہ اپنی زمین تک اپنی باری لے جائیں۔

مثلاً اگرکسی کا نصف حصہ ہے دوسرے کا تہائی حصہ اور تیسرے کا چھٹا حصہ تو اس میں چھ سوراخ بنائے جاتے ہیں جن میں سے تین سوراخوں کا پانی پہلے شخص کو جائے گا دوسرے کو دو سوراخوں کا اور تیسرے کو ایک سوراخ کا پانی ملے گا۔

"فـاذا كـان لا حـدهـم نـصفه ،ولـلاخر ثلثه،ولاخرسد سه جعل فيه ستة ثقوب لصاحب النصف ثلاثه

ثقوب فی ساقیۃلصاحب الثلث اثنان ولصاحب السدس واحد..:.........."(160)

(ترجمہ) پس اگرایک شخص کا نصف ہے دوسرے کا تہائی اور تیسرے کا چھٹا حصہ تو اس میں چھ سوراخ بنائے جائیں جن میں سے تین سوراخ نصف والے کے لیے ہوں گے دو سوراخ تہائی حصے والے کے لیے اور ایک چھٹے حصے والے کے لیے۔ یہ اس وقت ہے جب حصے معلوم ہوں۔ لیکن اگر حصے معلوم نہ ہوں تو زمین کی مقدار کے مطابق حصے بنائے جائیں گے۔

...."فان جھل قسم علی قدر الارض"(161)

(ترجمہ): پس اگر حصے نامعلوم ہوں تو پانی زمین کی مقدار کے مطابق تقسیم ہوگا۔

حاصل بحث:

اس باب میں آبپاشی کی تعریف، ضرورت و اہمیت، ذرائع، منصوبہ بندی و اقدامات اور اس کے طریقہ کار پر بحث ہوگئی۔ اب آئندہ قسط میں آبپاشی کے مختلف احکامات پر بحث کی جائے گی۔ (انشاءاللہ)

حواشی:۔

حواشی سے متعلق عرض ہے کہ زیر نظر مضمون چونکہ ایک تفصیلی مقالے کی پہلی قسط ہے لہذا پورے مقالے کی حواشی آخری قسط کے موقع پر شائع کی جائے گی۔ (ادارہ)